شازیہ مصطفیٰ

مکمل ناول

میں تم اور عید



شازیہ مصطفیٰ

مکمل ناول

میں تم اور عید

وہ اتنی تیزی میں تھا کہ جلدی جلدی چاول کو بھر بھر چمچ سے کھا رہا تھا جیسے ہی اس نے قدم رکھا لقمہ نیچے گرا' اعیان نے چتون تیکھے کر کے غرائی اور خونخوار نگاہوں سے اسے گھورا' جو حسب معمول مسکراتی ہوئی بلیو کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس اندر داخل ہوئی تھی۔



"لگ گئی نظر میرے کھانے کو"۔ اس نے رنم کو دیکھ کر ناگواری سے کہا۔ رنم نے بھی گھور کے جوابی دیکھا۔

"کالی بلی سے کم تھوڑی ہو' ہر جگہ راستہ کاٹنے پہنچ جاتی ہو"۔ وہ جب بولنے پر آتا نان اسٹاپ اور بے تکان بولتا۔

وہ جز بز سی ہو کر کوریڈور میں ہی رک گئی' نیلوفر کی ہنسی نکل گئی۔

"اعیان! کیا بدتمیزی ہے؟" بلقیس بیگم نے اسے سرزنش کی۔

"امی! سچ کہہ رہا ہوں' محترمہ کی ناک میں بریانی کی خوشبو پہنچی ہوگی' تو گھوم کے ہمارے گھر آ گئیں"۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں' بریانی مجھے اتنی پسند نہیں ہے کہ میں سونگھتی ہوئی چلی آئی ہوں"۔ وہ برا مان کے بولی۔

"حد ہوتی ہے اس لڑکے سے ذرا سوچ سمجھ کے نہیں بولتا"۔

"امی! میں سچ کہہ رہا ہوں' ندیدیوں کی طرح ہمارا کچن تاکنے آئی ہیں یہ محترمہ"۔ وہ چیئر کھسکا کے کھڑا ہو گیا۔

ڈرائنگ روم کے ساتھ ہی جدید طرز پر بنا کچن تھا' جہاں امی اور بھابی موجود تھیں' رنم نے اسے دوبارہ گھورا۔



''ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں بھابی سے انڈے کے حلوے کی ریسپی پوچھنے آئی ہوں''۔ اس نے جھٹ اپنا مدعا بیان کیا کہ مبادا وہ پھر الٹی سیدھی ہانکنے نہ بیٹھ جائے۔

''اوہ آئی تو پھر بھی مانگنے ہی ہو''۔ اس نے رنم کو سلگایا۔ مگر وہ اسے کوئی جواب دے کر جھگڑا کھڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''اعیان! تمہیں جانا تھا کہیں جاؤ جلدی''۔ امی نے اسے جلدی یہاں سے بھگانا چاہا۔

''جانا تو ہے مگر دیکھیں ہوتا کیا ہے''۔ اس نے طنزیہ نگاہ رنم پر ڈالی جو کچن کی دیوار سے چپک کر کھڑی ہوگئی' وہ اپنے مخصوص کلون کی مہک بکھیرتا ہوا گزر گیا۔

جب بھی وہ اس کے پاس سے گزرتا رنم ہینا ٹائز ہو جاتی' مگر جھٹ خود کو سنبھال لیتی نیلوفر نے اسے لاؤنج میں بلایا تاکہ وہ بیٹھ کے آرام سے سمجھا سکیں' اعیان کی باتوں کی وجہ سے اس کا ذہن الجھ گیا تھا وہ کبھی کبھی اس کے ایسے رویئے سے بہت افسردہ بھی ہوتی تھی مگر پھر دل کو سمجھا لیتی کہ وہ کب اس کے دل سے واقف ہے۔

''آج میٹھا بنا رہی ہو؟''

''تایا ابو کا موڈ ہو رہا تھا میٹھے کا' کہنے لگے رنم بہت دن سے میٹھا نہیں بنایا' میں نے سوچا انڈے کا حلوہ نہیں بنایا آج تک اس کی ریسپی آپ سے پوچھ کے بنا لیتی ہوں''۔ اس نے سادگی سے بتایا۔

''چلو لکھو بلکہ ایسا کرو تم سمجھ لو''۔ نیلوفر اسے بتاتی رہی' وہ دھیان سے سن کے اپنے ذہن میں نوٹ کرنے لگی۔

''تھینک یو بھابی''۔ وہ کھڑی ہوگئی۔

''ارے رنم بیٹھو تو بریانی بنائی ہے چکھ کے جانا''۔ وہ اسے زبردستی روکنے لگیں۔

''پھر بھی سہی مجھے گھر جا کر پہلے انڈے منگوانے ہوں گے کیونکہ صرف ایک انڈہ فریج سے برآمد ہوا ہے''۔

''کیوں تمہارا فریج انڈے بھی دیتا ہے' جو اس نے آج ایک دیا''۔ عقب سے پھر اعیان کی شوخ سی آواز نے اسے چونکا دیا یعنی ابھی تک یہاں موجود تھا۔

''اعیان! تم بھی نا''۔ نیلوفر کی ہنسی نکل گئی۔

''اب آپ دیکھو یہ بول ہی ایسے رہی ہے کہ روز جیسے درجنوں کے حساب سے فریج انڈے دیتا ہے' آج بے چارے نے کسی وجہ سے ایک دیا تو منگوانا پڑے گا' ارے صاف کیوں نہیں کہتی ہو ریسپی کے ساتھ انڈے بھی لینے آئی ہوں''۔ وہ اسے چڑانے کے ساتھ تکانے لگا۔

''جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے''۔

''ہاں میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں' AC اس لوڈ شیڈنگ میں چل بھی نہیں سکتا ہے کنڈا ڈالو''۔ وہ بات کو کہیں سے کہیں لے گیا۔

''بھابی! میں چلتی ہوں' کیونکہ اس ٹائم مجھے اپنا دماغ خراب نہیں کرنا ہے''۔ وہ ناگواری اور اکتاہٹ سے بولتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔

''دیکھا مجھ سے تو تم کبھی جیت ہی نہیں سکتی ہو''۔ پھر پیچھے سے ہانک لگائی' امی نے اسے دو تھپڑ ہی لگائے' کیونکہ جتنا رنم کو وہ تنگ کرتا تھا کوئی نہیں کرتا تھا اور وہ تھوڑی دیر تک تو جواب دیتی رہتی' مگر پھر خود ہی پزل بھی ہو جاتی تھی' دونوں میں نوک جھونک اسی طرح چلتی رہتی تھی۔

............☆☆☆............

اس نے پہلی بار ہی انڈے کا حلوہ بنانے پر داد لی' تایا ابو نے انعام میں اسے پانچ سو کا نوٹ دیا' وہ تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی' مگر تائی امی کچھ سنجیدہ مزاج کی تھیں' وہ ان کے سامنے مودب اور ڈری ڈری رہتی تھی۔

''امی! اتنی گرمی ہونے لگی ہے کم از کم میرے چار سوٹ تو بنوا دیں آپ''۔ اس نے وارڈروب سے کپڑے نکال کے دہائی دی۔

''مجھے جانے کیوں بھائی صاحب سے بولتے ہوئے شرم سی آتی ہے' وہ خود دیکھو کتنا خیال کرتے ہیں' سب سے زیادہ تمہارا' اب میں یہ بولوں کہ رنم کو لان کے سوٹ کی ضرورت ہے پیسے دے دیں''۔ ثروت نے اسے سمجھایا' وہ منہ بسورتی ہوئی افسردہ سی بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی' کیونکہ ابو کی یاد تو اسے ہمہ وقت رہتی تھی' ایسے وقت پر وہ اس دنیا سے گئے تھے جب اسے ضرورت تھی' میٹرک میں تھی جب وہ اسے اور امی کو چھوڑ گئے۔

''نیلوفر بھابی! مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ کسی دن تم میرے ساتھ شاپنگ پر چلنا' بچوں کے کپڑے وغیرہ اور اپنے بھی انہوں نے لینے ہیں' آپ خود سوچیے میں خالی ہاتھ جاتی اچھی تو نہیں لگوں گی''۔ وہ اتنی حسرت بھری آواز میں مغموم سی بول رہی تھی ثروت کو اپنی بیٹی پر ترس آنے لگا وہ بظاہر ہنستی مسکراتی بھی رہتی کبھی اپنے چہرے سے یہ ظاہر بھی نہیں کرتی کہ وہ کتنی اداس سی رہتی ہے اور اب تو انہیں اس کی شادی کی بھی ہر وقت فکر رہتی تھی وہ چاہتی تھیں جلد از جلد وہ اپنے گھر کی ہو جائے تو اچھا ہے کیونکہ ان کی بڑی جیٹھانی خاصی تیکھے مزاج کی تھیں اپنے بیٹے تک سے بھی اس کی شادی نہیں کی جبکہ ان کی خواہش تھی رنم کی حسنین سے شادی ہو جائے کم از کم وہ ان کے سامنے ہو گی تو اتنی فکر تو نہیں ہو گی مگر جیٹھانی بھی کیا کرتیں حسنین نے اپنی پسند سے اپنی کلاس فیلو وجیہہ سے شادی کی خواہش کی تھی وہ بھی بیٹے کی پسند کے آگے خاموش ہو گئی تھیں اور اب شادی کو تین سال ہو گئے تھے ایک بیٹی بھی تھی جو سال بھر کی تھی حسنین سے چھوٹا زوہیر تھا' جو رنم سے چھوٹا ہی تھا اس کے بعد سے تو وہ اور ہی بلڈ پریشر کی مریضہ بن گئی تھیں۔ ان کے دیور اظہر کے تین بچے تھے جو تینوں ہی کافی چھوٹے تھے' ان کی فکر میں روز بروز ہی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

''میرے پاس ہیں کچھ پیسے دو سوٹ لے آنا تم''۔ انہوں نے اسے تسلی دی۔

''اچھا جلدی سے نہا کے کچن میں جاؤ''۔

''جی اچھا''۔ وہ سعادت مندی سے بولی تھی۔

''رنم ذرا تم بھی ٹھیک سے بال وغیرہ بنا کے رکھنا' رامین کو دیکھنے کچھ لوگ آ رہے ہیں' میں چاہتی ہوں بیٹا تمہارا بھی کہیں سلسلہ چل نکلے''۔ انہوں نے ساتھ ہی ہدایت دی۔

وہ جو ہاتھوں پیروں پر کلینزنگ کر رہی تھی چونک کر ان کے چہرے کو دیکھنے لگی' کتنی اداس اور کمزور سی ہوتی جا رہی تھیں مگر وہ اپنی ماں کو یہ کیسے بولے' اس نے تو شروع سے دل میں اعیان کو ہی جگہ دی تھی اس کے علاوہ تو وہ کسی سے سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

''امی! وہ دیکھنے رامین کو آ رہے ہیں' میں کیوں تیار ہو کر جاؤں''۔ کچھ ضدی طبیعت کی بھی وہ ہو گئی تھی۔

''میری بات کبھی تو سمجھ لیا کرو''۔ انہوں نے تیز لہجے میں اسے سرزنش کی وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

''اور آپ جو یہ کہہ رہی ہیں کہ بال وغیرہ بنا کے رکھنا تائی امی جیسے مجھے ان لوگوں کے سامنے جانے ہی تو دیں گی''۔ اس نے بوتل کا ڈھکن لگایا اور کیبنٹ میں رکھ دیا۔

''رنم! مجھے رات دن تیری اتنی فکر ہے یہ میں ہی جانتی ہوں''۔

''امی! آپ میری فکر کرنی چھوڑ دیں' انشاء اللہ تعالیٰ میرے لئے دیکھنا اچھا ہی آئے گا جیسا میں چاہتی

ہوں''۔ساتھ ہی اپنی پسند سے بھی آگاہ کرنا چاہا۔

''تمہاری پسند دیکھ کون رہا ہے اور پوچھ کون رہا ہے''۔

''کیوں زندگی مجھے گزارنی ہے' میری پسند بھی شامل ہوگی''۔وہ زور دے کر بولی۔

''رنم باجی! آپ کو امی بلا رہی ہیں''۔اظہر چاچو کی سمیرہ اسے بلانے آئی تھی وہ چپ ہوگئی' مگر چہرہ اس کا خاصا غصہ سے تمتمانے لگا امی بھی چپ سی ہوگئیں۔

''چاچی سے بولو میں نہا کے آتی ہوں''۔بیڈ سے اپنے کپڑے اٹھا کر واش روم میں چلی گئی' آنکھوں میں ڈھیر سارے آنسو آگئے' کیونکہ رامین بھی تو اس سے چھوٹی تھی تائی امی کو وہ کبھی نظر کیوں نہیں آتی تھی۔

............☆☆☆............

رامین کو وہ لوگ دیکھ کر چلے گئے تھے مگر ابھی جواب نہیں دیا تھا' اس دن سے ثروت بیگم کو اور ہی فکر ہونے لگی تھی کیونکہ رامین رنم سے چار سال چھوٹی تھی ان کی راتوں کی نیند اڑنے لگی تھی۔

وہ بڑی دیر سے ڈائجسٹ میں منہمک تھی سی گرین پرنٹڈ دوپٹہ شانوں پر پڑا کارپٹ پر بھی پھیلا تھا' شولڈر کٹ بالوں کو کیچر میں مقید کئے وہ اتنی معصوم سی لگ رہی تھی اعیان نے کئی لمحے اسے بغور دیکھا' مگر محویت اس وقت ٹوٹی جب حسنین کی بیٹی نے زور زور سے رونا شروع کر دیا' رنم گھبرا کے رہ گئی پاس ہی کارپٹ پر وہ بھی سو رہی تھی۔

''تم کب سے اسے چٹکیاں لے رہی ہو سونے بھی نہیں دیتی ہو بچوں کو''۔اعیان کی گھمبیر آواز نے اسے چونکا دیا' اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا وہ بلیک پینٹ پر ڈیپ ریڈ ٹی شرٹ میں ڈشنگ لگ رہا تھا۔

''جھوٹ مت بولیے''۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے جھوٹ بولنے کی''۔اس نے روتی ہوئی علینہ کو اس سے لینا چاہا' دونوں کے ہاتھوں نے ایک دوسرے کو چھوا تھا۔رنم تو گھبرا سی گئی۔

''کیا مجھے گھورتی رہتی ہو' روز امی کو نظر اتارنی پڑتی ہے''۔وہ اسے تپانے کو ہی بولا۔

''ہاں یہ شکل ہے ہاتھی جیسی شکل پر اتنا غرور ہے''۔

''دیکھ لو ڈشنگ ہوں لاکھوں کے دلوں میں رہتا ہوں''۔وہ علینہ کو ہلا ہلا کر چپ کرانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

''ان کے دلوں میں سوراخ ہوگا' جب ہی رہتے ہیں''۔وہ منہ بگاڑ کے بولی۔

''کیوں تمہارے دل میں نہیں ہوں میں''۔بے ساختہ ہی پوچھ بیٹھا۔

''ابھی مجھ پر برا وقت نہیں آیا ہے''۔اسے اعیان پر غصہ آنے لگا' جو خود کو جانے کیا سمجھ کے اس سے یہ سب بول رہا تھا۔

''مجھے تو لگتا ہے آ گیا ہے دیکھو ابھی تک تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے' کہیں مجھے قربانی کا بکرا نہ بننا پڑے''۔وہ اکثر ایسی باتیں کر کے رنم کو کہتا رہتا تھا وہ سب جانتا تھا وہ اسے پسند کرتی ہے مگر اپنی کسی بھی قسم کی فیلنگ سے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا وہ بھی تو اسے اپنے دل کے ایوانوں میں بسا چکا تھا' مگر اپنی فیلنگ اس نے ابھی چھپا کر رکھی ہوئی تھیں کسی خاص موقع پر ہی ظاہر کرنے کے لیے۔

''آپ' آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو''۔اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں' دونوں کی بحث طول پکڑ سکتی تھی اگر تائی امی بروقت نہ چلی آتیں تو' اعیان نے جھٹ انہیں مودب بن کے سلام کیا اور وہ برے برے منہ بنانے لگی

مگر تائی امی سے چھپ کر۔

"کیسے ہو؟" انہوں نے خیریت پوچھی۔

"پھپھو! آپ کی یہ بھتیجی اتنی نکمی ہے مجھے کہتی ہے چائے تک نہ پلاؤں اپنے گھر پیو جا کر"۔ اعیان نے اب رنم کو گھسیٹا۔

"تائی امی! یہ جھوٹ بول رہے ہیں' اللہ کرے موٹے ہو جائیں"۔ وہ بھنا ہی گئی۔

"رنم!" تائی امی کی سخت آواز پر وہ جز بز سی ہو گئی۔

"جب وہ کہہ رہا ہے تو دے دو بنا کے چائے"۔

"تائی امی! میں نے ایسا کچھ نہیں کہا' اور نہ ہی انہوں نے چائے کا مجھ سے کہا"۔ وہ تو روہانسی ہو کر اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔

"آپ یہ ڈائجسٹ دیکھیئے یہ پڑھ رہی تھی اور بولی جاؤ جاؤ یہاں سے میں مصروف ہوں"۔ اعیان جھوٹ پر جھوٹ بول کے اسے تپائے جا رہا تھا' اس وقت وہ صرف تائی امی کا لحاظ کر رہی تھی' ورنہ وہ اعیان کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنا جانتی تھی اتنی بے بس اور روہانسی ہونے لگی' تائی امی کی استفہامیہ نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا تھا۔

"جاؤ چائے بناؤ تم"۔ انہوں نے جیسے رنم کے تاثرات کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیا تھا۔

وہ پیر پٹختی ہوئی کچن میں چلی گئی تھی مگر اس نے سوچ لیا تھا اعیان کو سنا کر تو رہے گی کیونکہ ہر وقت اس کی انسلٹ کرتا رہتا تھا۔

"چائے میں چینی ڈالنا نمک نہیں"۔ اعیان نے پیچھے سے آ کر پھر لقمہ دیا۔ وہ تلملا کر مڑی ہی تھی کہ حسنین کو دیکھ کر جز بز سی ہو گئی وہ کچن میں پانی پینے آیا تھا' اعیان مسکرا رہا تھا اور یہ مسکراہٹ رنم کو آگ ہی لگا رہی تھی۔

"رنم گڑیا! ایک میرے لیے بھی بنانا"۔ حسنین اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگا کر کچن سے نکلا۔

"یار حسنین! میں کیا بہت خوبصورت ہوں' لوگ گھورتے بہت ہیں"۔ وہ حسنین سے بولتا ہوا جا رہا تھا' اور رنم کو صاف سنائی دے رہا تھا کبھی کبھی اعیان اسے خود پسند اور مغرور بھی لگتا تھا جو صرف خود کو سوچتا تھا۔

............☆☆☆............

اس دن وہ مشین کے آگے بیٹھی ہوئی وجیہہ کا سوٹ سی رہی تھی' امی الماری کے سارے کپڑے نکال کے ٹھیک سے تہہ بنا کے رکھ رہی تھیں وہ دروازے پر ناک کیے اندر آ گیا۔

"ارے اعیان! بیٹا! آؤ آؤ"۔ امی نے الماری کے دونوں پٹ بند کیے اور مسکرا کے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ رنم بیڈ کی رائٹ سائیڈ پر کارپٹ پر ہی بیٹھی تھی' شانوں پر دھرا دوپٹہ کھول کے ٹھیک طرح سے اوڑھا اور منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔ اعیان نے اسے پونی ٹیل میں منہ بگاڑتے ہوئے دیکھا۔

"آنٹی! آج میں آپ کے پاس کام سے آیا ہوں"۔ اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کنکھیوں سے رنم کو بھی دیکھا جو سلائی کرنے میں خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔

"ہاں ہاں بیٹا بولو"۔ امی تو خوش ہی ہو گئیں۔

"آنٹی! میری نظر اتار دیں کل رنم نے کہا کہ اتنے گورے ہیں اللہ کرے آپ کا رنگ کالا بھجنگ ہو جائے"۔

"کیا رنم نے؟" امی کو تو جیسے یقین نہیں آیا انہیں سن کے غصہ بھی آ گیا۔

اور رنم وہ تو بیٹھے سے اچھل گئی' غیر متوقع جو بات کر دی تھی شرٹ دور پھینکی اپنی قمیض جھاڑ کے کھڑی ہو گئی۔

''میں نے کب کہا زیادہ فضول بکواس مت کیا کریں''۔ اس کے تو پتنگے لگ گئے' اعیان کے اتنے صاف جھوٹ پر۔

''ہاں آنٹی کے سامنے تو جھوٹ بولنا ہی ہے تمہیں تو''۔ وہ اسے چھیڑے جا رہا تھا۔

''رنم! تم اتنی بدتمیز ہوگئی ہو''۔ انہیں اپنی بیٹی پر افسوس ہونے لگا۔

''امی! آپ ان کے جھوٹ پر یقین کر رہی ہیں' میں نے ایسا کچھ نہیں کہا''۔ وہ روہانسی ہونے لگی' اعیان اپنے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا اور وہ اندر ہی اندر کھول بھی رہی تھی۔

''کل تم نے یہ نہیں کہا تھا' میں نہیں بنا کے دیتی چائے جب دیکھو منہ اٹھائے یہاں چلے آتے ہیں' تم حالانکہ وہاں آتی ہو ہمارے گھر میں نے تو کبھی ایسا کچھ نہیں کہا''۔ وہ رنم کی حالت سے اور ہی مزے لینے لگا۔ امی تاسف اور دکھ سے حیرانگی سے رنم کی باتیں سن رہی تھیں جو ان کے پیچھے ایسا کچھ کرتی اور بولتی تھی۔

''جھوٹ مت بولیے آپ اللہ کرے جھوٹ بولنے پر کالے بھجنگ ہو جائیں''۔ اس نے بے بس ہو کر روہانسے لہجے میں کہا۔

''دیکھا آنٹی! آپ نے اب تو سن لیا''۔ اعیان نے اسے اتنا زچ کیا کہ وہ خود پر کنٹرول نہ رکھ سکی اور غصہ میں وہی بول دیا۔

''رنم! اور بے عزتی میری کروانی تھی دفع ہو جاؤ یہاں سے''۔ وہ اعیان کے سامنے شرمندہ ہونے لگیں' رنم نے ایسی فضول بکواس جو کی تھی۔

''پتا نہیں کیوں میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں''۔ وہ پیر پٹختی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

اعیان کے لب مسکرانے لگے اسے رنم کا رونا غصہ کرنا اور ہی دلکش لگتا تھا اسے رنم کی آنکھوں میں ہر وقت اپنے لئے جذبے ہی نظر آتے تھے مگر وہ چاہتا تھا رنم کسی دن خود اپنی چاہت کا اظہار کرے مگر ایسا کچھ سامنے نظر نہیں آتا تھا' جتنی پر اعتماد بنتی تھی اندر سے اتنی ہی ڈری سہمی تھی اپنی تائی امی کے سامنے تو اکثر اس کی بولتی بند ہو جاتی تھی۔ اعیان جانتا تھا اس کی پھپھو کچھ اصول پسند اور مزاج کی بھی تیکھی تھیں مگر دل کی بہت اچھی تھیں سب کا خیال بھی کرتی تھیں۔

''بیٹا! میں تمہاری مرچوں سے نظر اتار دیتی ہوں''۔ ثروت بیگم لال مرچیں لے آئیں' مٹھی بند کر کے اس کی نظر اتارنے لگیں۔ اعیان مسکراتا بھی رہا جو کتنی سادہ اور معصوم سی تھیں اس کی باتوں میں آ گئی تھیں اور اپنی بیٹی تک کو ڈانٹ دیا تھا۔

''میں رنم کی تو اچھی طرح خبر لوں گی تم فکر نہیں کرو''۔

''ارے آنٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے' اس کی اور میری تو نوک جھونک چلتی رہتی ہے' آپ اسے کچھ نہیں کہیے گا''۔ اسے رنم کے ایکسپریشن دیکھنے کی بھی جلدی تھی کتنی غصہ میں لال بھبھوکا سی لگ رہی ہو گی۔

''دیکھی میری حیثیت تمہاری امی کے سامنے''۔ وہ کالر اکڑا کے تفاخر زدہ لہجے میں بولتا ہوا اس کے سامنے آیا' رنم نے غراتی خونخوار سی نگاہ اٹھائی کچھ مارنے کے لئے کچن سے تلاش کر رہی تھی کہ اعیان نے اس کا ارادہ بھانپ لیا۔

''شیرنی جا رہا ہوں''۔ اسے سلگا کے وہ چلا گیا تھا۔ رنم اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

............☆☆☆............

''اور کب تک ایسے ہی پھرنا ہے تمہیں''۔ بلقیس نے اپنے خوبصورت اور وجیہہ بیٹے کو دیکھا جو ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا تھا' نیلوفر بھابی رات کے کھانے کے بعد کچن سمیٹ رہی تھیں۔

''کیا مطلب ایسے ہی پھرنا ہے اسے''۔ اعیان جیسے سمجھا نہیں۔

''شادی کی بات کر رہی ہوں تمہاری''۔

''امی! ابھی میری عمر ہی کیا ہے جو آپ اتنی فکر مند ہو رہی ہیں''۔ اس نے شوخی سے کہا۔

''حسنین میں اور تم میں سال بھر کا فرق ہے اس کی شادی ہو گئی ہے' باپ بھی بن گیا ہے''۔ انہوں نے ریموٹ لیا ٹی وی آف کیا اور ٹرالی کی سائیڈ پر رکھ دیا۔

''رامین کو تم نے منع کر دیا کیونکہ وہ بہت چھوٹی ہے اور دیکھو اس کا بھی رشتہ طے ہو گیا ہے''۔ انہوں نے اسے احساس دلایا۔

''وہ لڑکی ہے تو رنم اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' اس نے سر کھجاتے کنکھیوں سے انہیں دیکھا۔ جو کن کے کچھ سوچ میں پڑ گئی تھیں اعیان کو حیرانگی بھی ہوئی۔

''امی! کیا سوچنے لگیں؟''

''یہی کہ تم دونوں میں بنتی تو ہے نہیں شادی کے بعد بن جائے گی''۔

''امی! میں اتنی گارنٹی دے رہی ہوں بن جائے گی ان دونوں میں''۔ نیلوفر نے بھی سن لیا تھا وہ بھی وہاں چلی آئی تھیں۔

اعیان جھینپ گیا مسکرانے بھی لگا کیونکہ نیلوفر کو اعیان کی پسند کا پتہ تھا جو رنم کو پسند کرتا تھا مگر صرف وہ امی کے سامنے رنم کی کوئی بات بھی کرنے سے گریز کرتا تھا۔

''نیلوفر! نہیں میں ایسی بچی کو لا کر گھر میں جنگ نہیں کر سکتی' اس کی عادت کا مجھے پتہ ہے کتنی بدتمیزی سے بات کرتا ہے''۔ وہ بولیں۔

''ارے امی! یہ کوئی اصل میں تھوڑی کرتا ہے مذاق کرتا ہے''۔

''نیلوفر! تمہیں پتہ نہیں اس بچی کا منہ اتر جاتا ہے' یہ جب بھی اسے کچھ کہتا ہے''۔ انہیں رنم کا ہی خیال بعد میں کافی دیر تک آتا رہتا تھا' اعیان کیسے اسے تنگ کرتا تھا۔

''امی! آپ تو سیریس ہو رہی ہیں''۔ اعیان گھبرا ہی گیا۔

''میں سیریس ہو رہی ہوں تو تمہاری باتوں کی وجہ سے''۔ نیلوفر نے اعیان کو اشارے سے چپ رہنے کو کہا' کیونکہ بلقیس بیگم اس ٹائم سنجیدہ تھیں۔

''نیلوفر! اس نے رامین کو تو منع کر دیا ہے تم ہی اپنے میکے میں کوئی لڑکی دیکھو''۔ انہوں نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ اعیان پریشان ہو گیا کہ وہ یہ کیا کہہ رہی تھیں پہلو بدلا اور کھڑا ہو گیا۔

''امی! کم آن کیا ہو گیا ہے' آپ میری بات کو سمجھئے رامین کو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا' ہاں رنم کے بارے میں سوچا ہے''۔ نگاہ جھکا کر وہ بولا تھا۔

''میری بھی خواہش تھی رنم اس گھر میں آ جائے اچھی لڑکی ہے جب بھی نیلوفر میکے جاتی ہے گھر آ کر میرے پاس بیٹھ کر کتنے کام کرواتی ہے' مگر میں اتنی اچھی لڑکی تو تمہارے ساتھ شادی کر کے برباد نہیں کرنا چاہتی''۔ وہ اتنی قطعیت بھرے لہجے میں بول رہی تھیں' اعیان روہانسا ہونے لگا۔

''ٹھیک ہے آپ کی جو مرضی کریں مگر میں کبھی شادی ہی نہیں کروں گا''۔ وہ بھی ضدی اور اڑیل انداز میں اپنا فیصلہ سنا کر وہاں سے چلا گیا۔

نیلوفر متحیر زدہ سی اپنی ساس کے اتنے سخت انداز پر پریشان تھی جو ایسے تو کبھی بھی نہیں کرتی تھیں اور شروع سے

یہی کہتی آئی تھیں اعیان کی پسند سے ہی اس کی شادی کریں گی۔

''امی! ضروری ہے کہ اعیان شادی کے بعد بھی اسے تنگ کرے''۔

''میں نے ایسا اسے جان بوجھ کے کہا ہے' میں رنم کے لیے نجمہ سے پہلے ہی بات کر چکی ہوں' وہ کہہ رہی تھی کہ کچھ دن رک جائیں رامین کی منگنی ہو جائے''۔ وہ بتانے لگیں۔

''آپ نے کر بھی لی؟'' وہ حیران رہ گئیں۔

''تم اعیان کو نہیں بتانا' ورنہ پھر وہ رنم کو اور تنگ کرے گا' میں چاہتی ہوں یہ کچھ سدھر جائے کتنی بڑی بڑی اسے باتیں بول دیتا ہے اور وہ بے چاری بچی برا بھی نہیں مانتی''۔

''وہ بھی تو حساب برابر کر دیتی ہے''۔ نیلوفر مسکراتے بولیں۔

''شادی سے پہلے یہ سدھر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ بعد میں تو دونوں چونچیں لڑاتے رہیں گے میں کہاں ان جھگڑے نمٹاؤں گی''۔ وہ خود اعیان اور رنم کی لڑائیوں سے عاجز تھیں۔

.... ☆☆☆ ....

تایا ابو نے اسے تین ہزار روپے دیئے تو وہ خوش ہی ہو گئی کیونکہ اسے لان کے سوٹ جو لینے تھے اور کچھ ضروری چیزیں بھی' وہ نیلوفر سے کہنے ان کی طرف آ گئی تھی' پورے گھر میں سناٹا سا لگ رہا تھا' شولڈر کٹ بالوں کی اونچی سی پونی ٹیل بنی ہوئی تھی سی گرین پرنٹڈ کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس وہ آہستگی سے ادھر ادھر دیکھتی اندر آ رہی تھی۔

''ہاہو''۔ اتنی زوردار آواز پر تو وہ اچھل ہی گئی۔ دل دھک دھک کرنے لگا دیکھا وہ گرے شلوار قمیض میں ملبوس اسے دل جلانے والی مسکراہٹ سجائے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا رنم کے تو سر پر جا لگی۔

''تمیز چھو کر نہیں گزری آپ کو''۔ ویسے ہی کل کا غصہ بھی سوار تھا کیونکہ امی نے اس کے جانے کے بعد بہت ڈانٹا تھا۔

''یہ کیا ہوتی ہے؟'' وہ سینے پر بازو لپیٹ کے گویا ہوا۔

''آپ کی دادی ہوتی ہے''۔ تنک کر بولتی آگے بڑھ گئی۔

''بھابی' بھابی''۔ اس نے دو آوازیں دیں۔

''آ جاؤ اندر رنم!'' ان کی کمرے سے آواز آئی وہ جھٹ گھس گئی اعیان بھی پیچھے ہی آ گیا۔ نیلوفر عصیص اور حماد کو یونیفارم بدلوا رہی تھیں کچھ دیر پہلے ہی وہ اسکول سے آئے تھے۔

''بھابی! میں یہ کہنے آئی تھی آج چلیں بازار''۔

''ہاں آج چلتے ہیں' یہ اعیان بھی ہے گھر میں بچے سنبھال لے گا''۔ وہ بولیں۔

''کیوں میں نے بچے سنبھالنے کی ٹریننگ کی ہوئی ہے''۔ وہ برا مان کے ہی بولا۔ رنم سائیڈ پر ہو کر کھڑی ہو گئی کیونکہ صوفے پر جو دھرنا دے کر بیٹھ گیا تھا۔

''چلو مستقبل میں سنبھالنے میں مشکل نہیں ہو گی' انہیں سنبھال کے ٹریننگ ہی مل رہی ہے''۔ بھابی بھی برجستگی سے بولیں تھیں۔ اعیان مسکرا دیا' جبکہ رنم ہنوز خفگی رکھے اسے دیکھنے سے بھی گریز کر رہی تھی۔

''سنو لڑکی! تمہیں بچے سنبھالنے آتے ہیں''۔ اعیان نے اچانک ہی سوال کر دیا' وہ تو شرم سے نگاہ ہی نہیں ملا رہی تھی کتنا بے باک تھا کسی بیٹھے اٹھے کا بھی خیال نہیں کرتا تھا۔

''فضول میرے منہ مت لگیں''۔

''پھر ٹائم بتا دو کب لگوں؟'' بے ساختہ ہی بے باکی سے بولا۔ رنم تو کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی' نیلوفر نے چونک کر اعیان کو دیکھا وہ بھی گڑبڑا گیا تھا۔

''وہ میرا مطلب ہے مجھے منہ اپنا خراب بھی نہیں کرنا ہے دیکھ کر لگوں گا''۔ معنی خیزی سے اتنی گہری بات اس نے کہی تھی۔ رنم تو غصہ سے دانت پیسنے لگی۔ اعیان پھر دونوں بھتیجوں کو لے کر کمرے سے نکلا' رنم نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

''بھابی! یہ اتنی کھلی گفتگو کرتے ہیں' شرم نہیں آتی ہے انہیں''۔

''مذاق کرتا ہے' شرارت میں بولتا ہے''۔ وہ جلدی جلدی کمرے کو سمیٹنے لگیں۔

''تم ایسا کرو اپنی بھابی کو بھی بول دینا اگر چلنا چاہیں تو' کل وہ بھی کچھ شاپنگ کا کہہ رہی تھیں''۔

''جی اچھا''۔ جب انہوں نے اس کی بات کا آگے سے جواب نہیں دیا تو وہ بھی سر ہلاتی ہوئی چلی گئی' تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ تیار ہو کر آ گئی تھی' پنک کاٹن کے پلین سوٹ پر بڑا سا دوپٹہ شانوں پر ڈالے شولڈر بیگ شانے پر لٹکائے ادھر ادھر پھر بھابی کو ہی تلاش کر رہی تھی' اعیان کی شرارت کی رگ پھر سے پھڑک رہی تھی۔

''بھابی اسٹور میں ہیں''۔ اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

رنم نے چونک کر اسے دیکھا جو یہ کہہ کر اسٹور روم کی جانب بڑھ گیا' اسٹور روم سیڑھیوں کے نیچے تھا' وہ سوچ میں پڑ گئی اسٹور میں کیا کرنے گھس گئیں' تجسس بھی ہوا چلتی ہوئی اسٹور میں ہی آ گئی اعیان نے پیچھے سے آ کر اسٹور کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ چیخنے لگی مگر اعیان پر تو شرارت کا دورہ پڑا تھا وہ جتنا اسے تنگ کرنا چاہتا تھا کرتا رہتا تھا۔ کیونکہ کل سے اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ امی نے رنم کی سائیڈ لی تھی' اور اسے خوب ڈانٹا تھا کھانا بھی نہیں کھا رہا تھا وہ تو فیضان بھائی نے زبردستی کھلایا تھا بچوں کی طرح روٹھتا تھا۔

اعیان کو یہ نہیں پتا تھا اس کی یہ شرارت اتنی مہنگی پڑے گی وہ رنم کو جب اسٹور میں بند کر کے مڑا تھا اس کی کال آ گئی تھی وہ دوست سے بات کرتا ہوا باہر نکل گیا تھا' اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ کیا قیامت پیچھے ٹوٹی تھی گھر میں ایک بھونچال ہی آ گیا تھا' سب پریشان تھے نیلوفر اسے خود پوچھنے گئی تھیں ثروت بیگم نے کہا۔

''وہ تو اسی وقت چلی گئی تھی''۔ نیلوفر پریشان تھی کیونکہ رنم کا کچھ پتہ نہیں تھا' پورا گھر تلاش لیا تھا تایا ابو اظہر چاچو سب ہی آ گئے تھے۔ ثروت بیگم کا رو رو کے برا حال تھا۔ وہ بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی' فیضان بھائی ڈاکٹر کو لے آئے تھے' اعیان شرمندگی اور ندامت سے کسی کا سامنا نہیں کر رہا تھا' کیونکہ رنم نے ہوش میں آ کر سب کو یہی بتایا تھا کہ وہ بھابی کو ڈھونڈتی ہوئی اسٹور میں چلی گئی تھی کیونکہ وہاں کا دروازہ کھلا تھا وہ سمجھی وہیں ہیں پتہ نہیں کیسے خود بخود دروازہ بند ہو گیا اور لاک لگ گیا۔

''مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی' اگر خدانخواستہ اعیان وہ مر جاتی تو کیا ہوتا پانچ گھنٹے وہ اسٹور میں بند رہی ہے' پسینے سے اس کی حالت خراب ہو رہی تھی''۔ بلقیس بیگم اسے بہت برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے مجرموں کی طرح ان کے سامنے کھڑا تھا' کیونکہ اس کا ارادہ صرف چند منٹ کے لئے بند کرنے کا تھا' وہ کال پر بات کر کے ایسا کھویا کہ کچھ یاد نہیں رہا۔

''امی! بس کریں بہت آپ نے ڈانٹ لیا''۔ فیضان کو اپنے بھائی کی حالت پر افسوس ہو رہا تھا' کیونکہ وہ کب سے معافیاں بھی مانگ رہا تھا۔

''فیضان! میرا دل نہیں کر رہا' اس کی صورت دیکھنے کو مجھے اس بچی کے سامنے منہ دکھانے کا نہیں رکھا اس نے اور

مجھے اس بات پر اور شرمندگی ہو رہی ہے' اس کی حرکت پر رنم نے پردہ ڈال دیا"۔ وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر دکھ و غم میں مبتلا ہو کر سر تھامے ہوئے تھیں۔

"امی! میں اس سے ہاتھ جوڑ کے معافی مانگ لوں گا"۔ وہ ان کے گھٹنوں میں بیٹھا وہ خود کو ندامت کی عمیق گہرائیوں میں گرتا ہوا محسوس کر رہا تھا' کیونکہ رنم نے اسے سب کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچایا تھا' وہ اس لڑکی کی بڑائی پر اور ہی شرمندگی سے گڑ گیا تھا۔

"جب تک وہ معاف نہیں کرے گی' مجھ سے کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے' دفع ہو جاؤ یہاں سے"۔ وہ اس کی جانب سے منہ گھما کر بیٹھ گئی تھیں۔

نیلوفر افسردہ رنجور سی ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں' فیضان نے اعیان کو اٹھایا اور جانے کا اشارہ کیا۔

"پتا نہیں کیوں اس لڑکی سے یہ اتنا جلتا ہے"۔

"امی! وہ رنم سے کبھی نہیں جلتا ہے"۔ نیلوفر نے حمایت میں لب کشائی کی۔

"رہنے دو اس بدلحاظ کی حمایت میں کچھ نہیں بولنا"۔ انہوں نے غصہ میں آ کر شہادت کی انگلی اٹھا کر انہیں درشت لہجے میں سرزنش کی' وہ خفیف سی ہو گئیں۔

اعیان اپنے کمرے میں بے کل سا کھڑکی میں کھڑا تھا اس سے اتنی بڑی بھول کیسے ہو گئی' وہ چاہے رنم کو کتنا ہی اپنی محبت کا یقین دلائے گا اسے منائے گا وہ کبھی یقین نہیں کرے گی۔

"اعیان وہ تمہیں کسی کی بھی نظروں میں نہیں گرنے دینا چاہتی تھی جب ہی تو دیکھو اس کی یہ معصوم محبت اپنا نقصان ہو گیا' مگر تمہارا نقصان نہیں ہونے دیا"۔ اس نے بے بسی سے کھڑکی کی چوکھٹ پر مکہ مارا تھا کیونکہ دل اتنا بے چین اور بے قرار تھا' کسی طرح بھی وہ رنم سے بات کرنا چاہتا تھا' مگر اس کی حالت ایسی تھی وہ کسی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔

"اعیان! تمہیں رنم کو منانا ہو گا"۔ نیلوفر اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

"بھابی! میں ہاتھ جوڑ کر منا لوں گا' مگر پلیز آپ امی کو بولیں مجھ سے اتنا سخت رویہ نہیں رکھیں"۔ وہ غمگین اور مضطرب سا ہو رہا تھا۔ اپنی ماں کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے کیا پتا تھا میری یہ شرارت اتنی مہنگی پڑے گی"۔ اس نے اپنے لب بھینچ لئے' نیلوفر نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر آنکھوں کے اشارے سے اطمینان دلایا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

............☆☆☆............

ادھر وہ رو رو کے ادھ موئی ہو گئی تھی' اسے اعیان سے اس طرح کی امید نہیں تھی' دل اس بری طرح کرچی کرچی ہوا تھا کہ وہ کرچیاں آنکھوں میں چبھ رہی تھیں وہ اسے چاہے جا رہی تھی اور وہ اتنا بے مروت ہو گا' رنم کو سوچ سوچ کے رونا آئے جا رہا تھا' اس بات کو گزرے ہوئے دس دن ہو گئے تھے' اس نے وہاں بھی جانا چھوڑ دیا تھا' خاموش سی ہو گئی تھی' ثروت بیگم کو اپنی بیٹی کی اس چپ سے بہت تکلیف ہونے لگی تھی' کسی بات میں کچھ نہیں بولتی تھی' حتیٰ کہ رامین کی منگنی والے دن بھی اس نے کسی قسم کا کوئی شور نہیں مچایا کہ مجھے نیا سوٹ پہننا ہے۔

دل اس کا ٹوٹ گیا تھا کچھ اچھا نہیں لگتا تھا' وہ ماسٹرز کرنے کا سوچنے لگی تو تایا ابو سے بول ہی پڑی۔

"ارے بیٹا! یہ تو بہت اچھی بات ہے' میں تو خود چاہ رہا تھا تم ماسٹرز کر لو"۔ تایا ابو اس کی یہ بات سن کے بہت خوش ہوئے' وہ اس کا خیال بھی بہت رکھتے تھے' مگر رنم جھجکی ہوئی رہتی تھی' صرف تائی امی کی وجہ سے کیونکہ اسے امی نے ایک

دن بہت پہلے ابو کی وفات کے بعد کہا تھا۔

"رنم اپنے تایا ابو سے نارمل انداز میں ہی بات کیا کرو' کیا پتہ تمہاری تائی امی کو پسند نہ ہو کہ وہ تمہیں اہمیت دینا برداشت نہ کریں"۔ اس دن سے اس نے وہ بات اپنے دل و دماغ میں بٹھا لی تھی' تائی امی کی پرسوچ اور استفہامیہ نگاہوں نے زرد کپڑوں میں خاموش خاموش سی رنم کو دیکھا۔

"ہم اس کی شادی کرنے کا سوچ رہے ہیں' آپ پڑھنے کی اجازت دے رہے ہیں"۔ وہ مداخلت کر ہی گئیں۔

رنم کا دل ایسا لگا کسی نے زور سے مٹھی میں لے لیا ہو' وہ گنگ متوحش زدہ دیکھنے لگی یہ وہ کیا کہہ رہی تھیں۔

"شادی نہیں"۔ وہ سوچ کر ہی نفی کرنے لگی۔

"ارے شادی بھی ہو جائے گی' پہلی بار اس نے مجھ سے کچھ کہا ہے' اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ اس نے بھی مجھے اپنا باپ تو سمجھا"۔ وہ رنم کا دور دور رہنا سمجھتے تھے' وہ اور بچوں کی طرح دبی ہوئی رہتی تھی اپنے کام سے کام رکھنے والی۔

"مجھے ثروت سے ذکر کرنا ہے' کیونکہ رامین سے پہلے میں چاہ رہی ہوں اس کی شادی ہو جائے' رامین کی نوعید کے فوری بعد کی ڈیٹ رکھنی ہے اس کی ساس کہہ رہی تھیں"۔ تائی امی وارڈروب کو ترتیب سے رکھ رہی تھیں۔ رنم کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ ان سے بحث کرتی' چپ کھڑی سن رہی تھی۔

"ارے تو ابھی تو ٹائم لگے گا' اس کی شادی میں بھی رنم تم فکر نہیں کرو میں زبیر سے کہہ دوں گا' وہ فارم وغیرہ لا دے گا"۔ تایا ابو کو تو اس ٹائم اپنی بھتیجی کی خواہش کا احترام کرنا تھا۔

"ارے آپ بات کو سمجھ نہیں رہے ہیں' اس کی چار پانچ مہینے میں سوچا ہے ہم نے شادی کا"۔ رنم سے رکنا محال ہو گیا' وہ افسردہ سی کمرے سے نکل گئی' دل کی دنیا تو اعیان احمد نے اجاڑ ہی دی تھی' جس کے ہمیشہ سپنے دیکھے تھے وہی سب سپنے بکھر گئے تھے کیونکہ جس کے سپنے دیکھے جا رہی تھی وہ تو اس سے بے خبر ہی تھا' جب ہی تو اس نے ایسی سفاک حرکت کی تھی' آنکھوں سے آنسو نکلے' وجیہہ کی پرتشویش نگاہ اس پر پڑی جو ہال کمرے میں سنگل صوفے پر پردوں کی اوٹ میں رونے میں مشغول تھی۔

"رنم! تم پھر رو رہی ہو نا"۔ وجیہہ نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"بھابی مجھے شادی نہیں کرنی' کسی سے بھی نہیں کرنی"۔ روتے ہوئے وہ بولنے لگی۔

"بات کیا ہوئی ہے مجھے بتاؤ تو"۔ وجیہہ بھی گھبرا گئی تھی کیونکہ پچھلے دس دنوں سے وہی تو اسے بہلا رہی تھی۔ رنم نے ساری بات اسے بتا دی جو تائی امی کہہ رہی تھیں وجیہہ چپ ہو گئی۔

"تم اتنا پریشان نہیں ہو' پھر شادی ہر لڑکی کی ہی ہونی ہے تم اتنا مت سوچو اپنی پڑھائی شروع کرو"۔ اس نے ساتھ لگاتے تسلی دی۔

لبنیٰ چاچی بھی اس کی کافی دلجوئی کرتی تھیں مگر رنم کی اگر زیادہ بنتی تھی تو وجیہہ سے یا پھر نیلوفر بھابی سے' اب تو وہاں بھی نہیں جا رہی تھی' صرف اعیان کی وجہ سے' وہ بھی تو یہاں نہیں آ رہا تھا' اسے سب خبریں بھابی سے ملی تھیں کہ امی سے روز ڈانٹ پڑتی ہے' بات تک نہیں کر رہی ہیں' کیونکہ جب تک رنم سے معافی نہیں ملے گی' اس کے لئے بھی امی کے دل میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

............☆☆☆............

بلقیس بیگم جلد از جلد ازالہ کرنا چاہتی تھیں اور وہ نیلوفر کو لے کر اعیان کا باقاعدہ رشتہ لے کر پہنچ گئی تھیں اعیان کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ ایسا کچھ پلان کیا جا رہا ہے۔ ادھر رنم کا غصہ اور دکھ کی وجہ سے برا حال تھا' کیونکہ

اعیان کو وہ کسی طور پر معاف نہیں کرنا چاہتی تھی اور شادی کبھی نہیں۔

ثروت بیگم حیران سی رہ گئیں ان کے تو وہم وگمان میں ایسا کچھ نہیں تھا کہ رنم کے لئے اعیان کا رشتہ اور رشتے کی بات بھی ان کی جیٹھانی کر رہی تھیں۔

"ثروت! دیکھو اعیان پڑھا لکھا ہے' اچھی جاب کرتا ہے' تم بھی جانتی ہو میرے خیال میں سوچنے کی گنجائش ہی نہیں ہے"۔ تائی امی تو مکمل ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے چکر میں تھیں۔ رنم تو اس بات پر بھی حیرت زدہ تھی کہ اس کی تائی امی کی خواہش تھی اور وہ پہلے سے ہی رشتہ لانے بھی والی تھیں۔

"ٹھیک ہے بھابی! مجھے اعتراض نہیں رنم کی ساری ذمہ داری آپ سب پر عائد ہوتی ہے' میں کیا میری حیثیت کیا"۔ وہ خوشی میں پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

"ایسی بات نہیں کرو ثروت! تم رنم کی ماں ہو سوچ سمجھ کے جواب دے سکتی ہو"۔ بلقیس بیگم نے محبت اور اپنائیت سے ان کے ہاتھ تھام کے تسلی ہی دی۔

"ارے بھابی! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"۔ تھوڑی ہی دیر میں گھر میں مبارک سلامت کا شور ہونے لگا تھا' وجیہہ نے زبردستی رنم کے منہ میں مٹھائی کا ٹکڑا رکھا۔ نیلوفر بھابی بھی اسے چھیڑے جا رہی تھیں مگر وہ سپاٹ سے چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی' اسے صرف اعیان پر غصہ تھا کیا سوچ کے اس نے رشتہ بھیجا کوئی اسے پوچھتا نہیں' یا پھر اپنی شرمندگی مٹائی تھی' اس رات وہ کسی سے بھی بات کئے بغیر جلدی سو گئی تھی۔ صبح اس نے امی سے صاف انکار کر دیا۔

"رنم! کیا کہہ رہی ہے تو......؟"

"امی! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں' مجھے نہیں کرنی اعیان احمد سے شادی آپ چاہے کسی سے بھی کر دیں' مگر ان سے نہیں"۔ وہ نگاہ جھکائے اپنے اندر کے آنسوؤں کے سیلاب پر بندھ باندھے بیٹھی تھی' اس نے امی تک کو نہیں بتایا تھا اسٹور میں اعیان نے ہی بند کیا تھا۔

"مجھے اعیان میں کوئی برائی نہیں لگتی ہے' تھوڑا شوخ ہے مگر عزت بہت کرتا ہے' ہم سب کی"۔ وہ تو اس کی سننے کے موڈ میں ہی نہیں تھیں۔ اس نے بے بسی سے اپنے دونوں ہاتھ ہراساں ہو کر اپنی گود میں پٹخے' کیسے وہ اعیان کو قبول کر لے اسے معتبر کر دے اس نے پل پل اس کی تضحیک ہی کی تھی اس کے جذبوں کو غلط ہی سمجھا تھا۔

"آپ کو سب پتہ تو ہے' ان کی ایک منٹ کو مجھ سے نہیں بنتی ہے' پھر بھی آپ سب ان سے رشتہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں"۔

"شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جاتا ہے' پھر تم بھی کونسا اس سے دبتی ہو' اسے کیسے کیسے جواب دیتی ہو"۔ وہ الٹا اسے بھی سرزنش کرنے لگی تھیں وہ مجل سی ہو گئی' انہیں وہ کیسے کہے اعیان پہلے شروع کرتا ہے' وہ تو صرف ان کا جواب دیتی ہے۔

"کچھ بھی ہے میں تمہاری کچھ نہیں سنوں گی' کیونکہ بھابی یہ رشتہ خود لے کر آئی ہیں' میں تو خواہ مخواہ انہیں غلط ہی سمجھتی رہی کہ وہ صرف اپنی بیٹی کا ہی خیال کرتی ہیں' آج دیکھو انہوں نے اپنے بھتیجے سے اپنی بیٹی کی نہیں دیور کی بیٹی کا رشتہ جوڑا ہے"۔ وہ تو ان کا اور اوپر والے کا جتنا بھی شکر ادا کرتیں کم تھا' ورنہ رات دن انہیں رنم کی جتنی فکر تھی یہ وہی جانتی تھیں مگر وہ تو انگشت بدنداں رہ گئیں کہ ان کی بیٹی کی فکر کرنے کو اور بھی اس کے اپنے تھے اپنی ہی سوچ پر انہیں شرمندگی ہونے لگی تھی۔

"میری ابھی تو پڑھائی شروع ہوئی ہے' آپ سب شادی کا سوچ رہے ہیں'۔ رنم نے جب انہیں اپنی بات پر

جمے دیکھا تو وہ روہانسی ہو کر اپنا یہ عذر بھی پیش کرنے لگی۔

"بھابی کہہ رہی ہیں کسی کو بھی تمہاری پڑھائی سے اعتراض نہیں ہوگا' تم اپنا ماسٹرز وہاں جا کر پورا کر سکتی ہو"۔

"آپ ماسٹرز کے بعد رکھ لیتا اور پھر مجھ سے شادی کے بعد نہیں پڑھا جائے گا"۔ اتنی جھنجلائی ہوئی اور کھسیائی ہوئی ہو رہی تھی کہ دل کر رہا تھا اعیان سامنے ہو تو اسے اتنی سنائے کہ اندر کا سارا غبار نکل جائے' وہ دشمن جاں اس کے سامنے بھی تو نہیں کھڑا تھا۔

"اعیان مدد کر دے گا' پڑھائی میں' تم اتنی پریشان نہیں ہو"۔ وہ تو خوشی کے ساتھ اس کا کوئی بھی عذر نہیں سننا چاہتی تھیں' کیونکہ جلد از جلد رنم کی شادی جو چاہتی تھیں۔

............☆☆☆............

زبیر نے اس کے فارم وغیرہ فل کروا کر سب کچھ جمع کروا دیا تھا' وہ بھی یونیورسٹی جانے لگی تھی شروع شروع میں حسنین ڈراپ کر دیتا تھا یا پھر زبیر مگر پھر انہیں بھی اپنے کام ہوتے تھے' وہ پھر پوائنٹ سے جانے لگی تھی' پڑھائی میں اس نے خود کو کافی مصروف کر لیا تھا' اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ گھر میں اس کی شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچ گئی تھیں' رمضان آنے میں تین ماہ تھے اور اس سے پہلے کی اس کی شادی کی تاریخ بھی رکھی جا چکی تھی' ادھر اعیان بھی کافی سنجیدہ ہو گیا تھا' کیونکہ امی جو اس سے بات چیت ٹھیک طرح نہیں کر رہی تھیں' اعیان نے بھی کچھ برابر میں جانا کم کر دیا تھا' مگر اس دن اعیان کے تو دماغ پر ہی جا لگی کیونکہ بھابی نے جو اسے بتایا تھا۔

"کیا مطلب ہے وہ اس طرح اکڑتی رہے گی"۔

"آہستہ بولو امی نے سن لیا تو خیر نہیں ہے"۔ وہ کچن میں تھیں رات کے لئے کھانا بنا رہی تھیں' وہ کچھ دیر پہلے ہی آفس سے آیا تھا اپنے کمرے میں کچھ دیر آرام کر کے وہ باہر آیا تھا۔

"مگر بھابی! میں معافی مانگ تو رہا ہوں' پھر وہ اس طرح کیوں کہہ رہی ہے"۔

"وہ تم سے کافی حد تک بدظن ہے' مجھ سے اس نے یہی بولا ہے کہ اگر اعیان اس شادی سے انکار نہیں کریں گے' میں ساری زندگی انہیں اپنا شوہر کبھی نہیں سمجھوں گی نہ ہی وہ مجھ سے کچھ توقع رکھیں"۔ روٹیاں بناتے ہوئے وہ بتا رہی تھیں۔ اعیان کے چتون تفکر زدہ سے سکڑ گئے تھے کچھ تو کرنا تھا کیونکہ اگر نیا ہنگامہ ہو گیا اس بار تو اعیان کی دونوں طرف سے بچت نہیں تھی پھر اسے رنم کو نئے طریقے سے سمجھانا تھا۔

"کہاں چلے......؟" وہ اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگیں۔

"آتا ہوں ابھی"۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا تیزی سے کوریڈور عبور کر گیا' فیضان نے فہمائشی نگاہوں سے اس کی تیزی استفہامیہ نگاہوں سے دیکھی۔

اعیان نے آج کافی عرصے بعد یہاں قدم رکھا تھا' رامین لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی' وجیہہ اور تائی امی کچن میں تھیں۔

"ارے اعیان! کیسے ہو بیٹا! آج ٹائم مل گیا تمہیں"۔ تائی امی نے بھتیجے کو دیکھ کر خوشی سے کہا۔

"وہ پھپھو! آج آفس سے جلدی آ گیا تو سوچا سب سے مل لوں"۔ وہ مودب بن کے سر جھکائے گویا ہوا تھا۔

"امی! اعیان بھائی سے پوچھیئے اور کس سے ملنے آئے ہیں؟" وجیہہ نے معنی خیزی سے پوچھا۔ اعیان کو اس کے سامنے جھجک سی آنے لگی کیونکہ تائی امی کی نگاہوں نے اپنے خوبرو بھتیجے کو بغور دیکھا اور اس کے شانے پر پیار سے تھپکی دی تھی۔

''کیوں کسی اور سے بھی ملنا ہے؟''

''نہیں پھپھو! وہ تو میں ایسے ہی آیا تھا''۔ وہ خجل سا سر کھجانے لگا تھا۔

''اچھا تم بیٹھو آج قیمہ کریلے بنے ہیں کھا کر جانا میں آتی ہوں''۔ وہ زبیر کے بلانے پر اس کے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

''بھابی! رنم سے مل سکتا ہوں''۔ وہ کچن کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھ جمائے کھڑا تھا۔

''جی کیوں نہیں مل سکتے آپ کو وہ اوپر ملے گی کچھ اسٹڈی کر رہی ہے''۔ وجیہہ نے اسے تفصیل بھی دی۔ اعیان فوراً ہی دائیں جانب کی سیڑھیاں چڑھ گیا۔ شکر تھا اوپر کوئی تھا نہیں اس نے دیکھا وہ کارپٹ پر اپنی بکس پھیلائے بڑے انہماک سے پڑھ رہی تھی کاسنی لان کا سوٹ شولڈر کٹ بالوں کی پونی ٹیل حسب معمول بندھی ہوئی تھی۔

''آں ہم......'' اعیان نے بلیو جینز پر اسکائی بلیو کاٹن کی شرٹ میں ملبوس آستینوں کو فولڈ کیا اتنا سوبر سا بھی لگ رہا تھا رنم نے چونک کر سر اٹھایا' تو آنکھیں حیرت اور وحشت سے پھٹ گئیں کتنے پر اعتماد انداز میں وہ کھڑا تھا۔

''ادھر آؤ میرے ساتھ''۔ اس نے رنم کا بازو پکڑا تھا۔

''کیا بدتمیزی ہے چھوڑیئے میرا بازو''۔ وہ چیخی۔ اعیان نے اس کے لبوں پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ دیا اور اس کے گرد بازو حمائل کر کے اپنے قریب کر لیا' رنم تو حواس باختہ ہی ہو گئی اس کی خود ساختہ حرکت پر وہ آنکھوں میں جذبے لئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''آئی لو یو''۔ وہ متوحش زدہ سی اس کی اتنی دیدہ دلیری پر بھنا گئی۔

''کیا بکواس ہے''۔ وہ بولنا چاہتی تھی چیخنا چاہتی تھی مگر اعیان نے بولنے نہیں دیا۔

''یار! معاف کر دو' کیوں اپنی اور میری لائف کو ڈسٹرب کرتی ہو''۔ معافی مانگتا ہوا وہ اسے کتنا بدلا بدلا لگ رہا تھا۔

''ہاتھ جوڑ کے معافی مانگتا ہوں پلیز معاف کر دو اور غصہ ختم کرو' جتنی سزا دینی ہے' شادی کے بعد دے لینا مگر شادی سکون سے ہونے دو''۔

''مجھے آپ کی شکل تک سے نفرت ہے' سن لیں آپ''۔ جتنا لہجہ کو زہر خند اور کڑوا بنا سکتی تھی وہ بنا کے بول رہی تھی۔ مگر اعیان کے لب مسکرا رہے تھے وہ اس کے وقتی غصہ سے بالکل بھی نہیں ڈر رہا تھا' وہ نارمل اسے دیکھے گیا کتنی وہ سنجیدہ ہو گئی تھی آنا تک چھوڑ دیا تھا۔

''کوئی بات نہیں' تم آنکھیں بند کر لینا میں تو محبت کرتا ہوں تمہاری شکل سے''۔ معنی خیزی سے بولتے ہوئے اس کے نازک ہاتھ کو لے کر چوم لیا' رنم نے جھٹکے سے تلملا کے چھڑایا اور اندر اپنے کمرے میں چلی گئی اندر سے لاک تک لگا لیا۔

............☆☆☆............

اس کی ایک نہیں چلی' اسے کب مایوں بٹھایا کب شادی کا دن آیا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ پتھر کی ہی طرح بن گئی تھی' رامین نے اس کے ہاتھوں پر خوبصورت نقش و نگار بنائے تھے' حسنین نے کتنی دعائیں دی تھیں' لبنیٰ چاچی نے اس کے جہیز میں دینے کی چیزوں میں ذرا کمی نہیں کی تھی' اظہر چاچو نے اسے چیک دیا اور تایا ابو نے اسے بالکل بیٹیوں کی طرح رکھا تھا' شادی بھی بڑے شاندار طریقے سے کی تھی زبیر نے اس کے ہاتھ میں بڑا سا بوکے دیا۔

''رنم باجی! یہ آپ اعیان بھائی کو دیجئے گا''۔ زبیر نے شوخی سے کہا۔

''خود دے دینا مجھے کیوں دے رہے ہو''۔ وہ اسٹیج پر بھی بیٹھی ناگواری سے منہ بنائے ہوئے تھی کچھ ہی دیر میں

اعیان بھی اس کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا' شیروانی کلاہ میں وہ بھی آن بان لیے ہوئے تھا' رنم بلڈ ریڈ لہنگے میں حسین پری لگ رہی تھی۔

''خاصی قیامت لگ رہی ہو''۔ اس نے ذرا سا پیچھے ہو کر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ دائیں بائیں مظہر چاچو کے بچے بیٹھے تھے اس لیے بچت ہو گئی تھی ورنہ وجیہہ اور نیلوفر سن لیتیں تو ضرور اعیان کا ریکارڈ لگا سکتی تھیں۔ اعیان کی امی نے ڈھیروں بلائیں لی تھیں۔

''اونہہ جھوٹے''۔ بس اتنا بولی۔

رخصتی کا وقت آن پہنچا تھا سب نے ہی اسے دعاؤں کے سائے میں رخصت کیا تھا' وہ بھی روتی دھوتی چلی آئی تھی جس وقت اعیان نے گھر میں قدم رکھا سب نے ہی ادھر سے بھی زبردست استقبال کیا تھا رامین تو کمرے کے باہر نیگ لینے کے لئے کھڑی تھی۔

''واہ یہ لڑکی کتنی چالاک ہے' یہاں سے بھی بٹورنے کے چکر میں ہے''۔ اعیان نے اپنی پاکٹ سے نوٹ نکال کے اس کی ہتھیلی پر رکھے تھے' وجیہہ اور نیلوفر بھابی نے اسے اعیان کے خوبصورت سے بیڈ روم میں وسیع و عریض بیڈ پر بٹھا دیا تھا پورے بیڈ روم کو خاصا سجایا ہوا تھا۔

''رنم! اپنا موڈ اب تو ٹھیک کر لو اعیان بھائی کو ایسے سڑے منہ کے ساتھ فیس کرو گی''۔ وجیہہ نے اس کے میک اپ کو ٹھیک کرنے کے بعد ٹوکا تھا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں تھا شادی کا''۔ وہ تپ کے بولی۔

''پلیز رنم میرے دیور پر اب رحم کر دو''۔ نیلوفر نے وجیہہ کے جانے کے بعد اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''بھابی! آپ بھی یہ چاہتی ہیں''۔ اسے رونا ہی آ گیا۔

''میں چاہتی ہوں تم دونوں خوش رہو''۔ انہوں نے اس کے ہاتھ دبا کے مسکرا کے کہا۔

وہ کافی دیر تک اعیان کی طرف سے سمجھاتی رہی تھیں کیونکہ اگر وہ اسی طرح اعیان سے بدگمان رہی تو زندگی تو بڑی بے رنگ ہو جائے گی' کل تک وہ اس سے محبت کرتی تھی اور اعیان کا تنگ کرنا بھی برا نہیں لگتا تھا' مگر اس دن کی حرکت کی وجہ سے اسے اعیان سے نفرت ہو گئی تھی' وہ شرارت کرنے پر اس حد تک گزر جائے گا جا ہے اس دن اس کی جان چلی جاتی کیا اسے اس کی فکر تھی یا اس واقعہ کے بعد اسے فکر ہو گئی تھی اور ساتھ ہی وہ محبت بھی ہو گئی کہ اچانک اظہار بھی کر دیا' دل یقین ہی نہیں کر رہا تھا بلکہ اسے غصہ آنے لگا تھا۔

دروازہ آہستگی سے بند ہوا تھا' رنم کے خیالات کو ضرب لگی ناگواری سے نگاہ اٹھا کر وجیہہ سے اعیان کو دیکھا جو سادے سے فان کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس ہونٹوں پر شوخ سا تبسم لیے اس کے سامنے تھا' وارفتگی سے اس کے سراپے کو دیکھے گیا رنم کو گھبراہٹ ہونے لگی' شرم و حیاء سے گھنیری پلکیں لرز رہی تھیں' سرخ لبوں کو بھینچ لیا ہاتھوں کو آپس میں جکڑے ہوئے تھی' اعیان نے اس کے ہاتھوں کو چھوا' رنم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑ گئی' آج یہ سب اسے گراں گزر رہا تھا' کل تک اس کے ساتھ کے سپنے بن رہی تھی اور اب وہ حقیقت میں روبرو تھا تو سب برا لگ رہا تھا۔

''پتا ہے تم بہت خوبصورت ہو''۔ وہ ایک جذب سے بولا۔ رنم کی حسیات بیدار ہو گئیں' یعنی وہ اپنی باتوں سے بہلا کے اسے ٹریپ کرنا چاہتا تھا اور وہ ایسے مردوں کو خوب سمجھتی تھی جو اس خاص رات کو کسی طور بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے' کتنی ہی کہانیاں وہ ایسی پڑھ چکی تھی اور اب اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا تھا۔

''نہیں میں اس کہانی کا کردار قطعی نہیں بنوں گی' میں حقیقت ہوں' اور جو سچ ہے وہ بولوں گی''۔

''یار! آنکھیں اوپر اٹھا کر ادھر دیکھو تو ورنہ تو اتنا تاک تاک کے جواب دیتی تھیں اب کیا ہوا''۔ اس نے مسکرا کے اس کا چہرہ اوپر اٹھانا چاہا تو رنم نے اس کا ہاتھ ہی جھڑک دیا۔

''مجھ سے فضول کی ڈائیلاگ بازی نہیں کریں میں آپ کو خوب سمجھتی ہوں اور جان گئی ہوں جو شخص اسٹور میں بند کر کے بھول سکتا ہے' اس شخص سے میں کوئی بھی اچھے کی امید تک رکھنا عبث سمجھتی ہوں''۔ وہ غصہ میں بل کھاتی اپنا بھاری وزنی لہنگا دونوں ہاتھوں سے سنبھالتی بیڈ سے نیچے اتر گئی۔

اعیان کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا ندامت اور شرمندگی سے اس کے لب بھینچ گئے' اسے رنم کے اس جارحانہ رویئے کی قطعی امید نہیں تھی وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اس سے شادی ہوتے ہی اس کی سوچوں میں تبدیلی آئے گی اس کا مزاج بھی بدلے گا مگر وہ تو پہلے سے زیادہ اور آگ بگولہ ہو رہی تھی۔

''آئی ایم سوری رنم! میں تمہیں بھول گیا تھا جان کے بند نہیں کر کے گیا تھا' تھوڑی سی شرارت کی تھی''۔ اس لمحے اسے اپنا دفاع تک کرنا نہیں آ رہا تھا۔

''کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری' آپ کا کیا جاتا جان سے تو میں جاتی نا' ارے احسان مند ہوں جو میں نے کسی کو آپ کی یہ حرکت نہیں بتائی جو آج آپ کو اتنا سر چڑھ رہے ہیں' کل آپ کی عزت کسی کی نظروں میں نہیں رہتی''۔ آج تو اسے لاوا باہر نکالنے کا موقع ملا تھا وہ شیرنی بنی چیخ رہی تھی اعیان بے بس شرمندہ سا اس کے سامنے تھا وہ صفائی میں اگر کچھ بولتا بھی تو وہ کب یقین کرتی۔

''برائے مہربانی مجھے تنہا چھوڑ دیں ورنہ بہت بڑا نقصان ہو جائے گا آپ کا بھی اور میرا بھی''۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر بیڈ کے سرے پر بیٹھی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اعیان لب کچلتا رہا اور سوچنے لگا کہ کیا ایسا کرے کہ وہ اسے معاف کر دے۔

............☆☆☆............

اس نے شادی کے شروع دن بھی اعیان کو سنانے ہوئے گزاری اس سے بات چیت تک بند کی ہوئی تھی' پھر اپنی کتابیں وغیرہ لے آئی کیونکہ پندرہ بیس دنوں سے پڑھائی تک چھوڑی ہوئی تھی' گھر میں امی فیضان بھائی نیلوفر بھابی بچے سب ہی خوش تھے وہ ان سے خوش خوش باتیں بھی کرتی تھی' ایک اگر اہمیت نہیں دے رہی تھی تو اعیان کو مگر اعیان بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا وہ اس کے غصہ اور ناگواری کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتا تھا' اسے چڑانے کے کوئی حربے نہیں چھوڑتا تھا امی کو بھی تقریباً اس نے راضی کر ہی لیا تھا' کیونکہ رنم ان کے سامنے اعیان سے ہنستی بولتی تھی کیونکہ وہ تو خود اس سے اتنی محبت کرتی تھیں اس شفیق ہستی کو وہ اپنی وجہ سے کوئی دکھ دینا نہیں چاہتی تھی۔

''کب تک پڑھتی رہو گی ایک کپ چائے بنا دو میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے''۔ وہ اس کے قریب ہی سنگل صوفے پر بیٹھا' وہ لاؤنج میں بیٹھی ہوئی اپنے سمیسٹر کی تیاری کر رہی تھی' اعیان کی اس فرمائش پر اس نے دانت پیسے ایک تو رات میں بھی وہ پڑھنے نہیں دیتا تھا' کسی دن اگر آفس سے جلدی گھر آ جاتا تو جان بوجھ کے اپنے کاموں میں لگائے رکھتا تھا۔

''کھانا لگے گا وہ کھایئے گا یہ کوئی چائے کا ٹائم نہیں ہے''۔ اس نے ہنوز لکھتے ہوئے سر اٹھائے بغیر سپاٹ سے لہجے میں کہا۔ اعیان کے چتون تن گئے' اسے غصہ آنے لگا جتنا وہ اسے ڈھیل دے رہا تھا وہ اتنا اس کے سر پر چڑھتی جا رہی تھی۔

''میں نے کچھ کہا ہے چائے بنا دو''۔ وہ اپنی بات پر اڑا ہوا پھر گویا ہوا۔

''میں نے بھی کچھ کہا ہے''۔ رنم کے چہرے پر اطمینان ہمہ وقت رہتا تھا کل تک وہ اعیان کے پیچھے بھاگتی تھی اور آج وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا وقت بھی کیا کیا رنگ بدلتا ہے۔

''تمہاری تو ایسی کی تیسی''۔ اس نے رنم کی ساری کتابیں اٹھا کے کاؤچ پر رکھ دیں۔ اس کے تو تن بدن پر آگ لگ گئی کہ یعنی وہ اب اس کی پڑھائی پر بھی اعتراض کرے گا۔

''کیا ہے میرا ایگزامز ہے''۔

''میں کچھ بکواس کر رہا ہوں' سنائی نہیں دے رہا میری بیوی کو''۔ آنکھوں میں اس کے لال لال ڈورے نظر آ رہے تھے واقعی اس کے سر میں درد تھا جب ہی وہ اتنا جھنجلا کر اور غصہ میں شادی کے بعد پہلی بار بولا تھا۔ رنم کو اس لئے اس پر رحم آ گیا وہ کچھ بحث کیے بغیر اٹھ گئی وہ بھی اپنا سر دباتا ہوا جانے لگا۔

''بیٹا! ٹی وی کی آواز تو آہستہ کر لو''۔ اس نے حماد اور عصیص کو جاتے ہوئے ہدایت دی جو اتنی تیز آواز میں ٹی وی لگا کے بیٹھے ہوئے تھے اپنے بیڈ روم میں آ کر کپڑے چینج کئے اور ایزی سا قمیض شلوار زیب تن کر لیا' آج آفس میں بھی خاصا کام تھا' کمپیوٹر کے آگے بیٹھے بیٹھے آنکھوں میں اور سر میں درد ہو گیا تھا' باتھ لینے کے بعد اس کی طبیعت بھی ہلکی ہوئی تھی' رنم گلابی کپڑوں میں چہرے پر ناگواری سجائے اس کے لئے چائے لے آئی تھی وہ بیڈ پر نیم دراز اس کا منتظر ہی لیٹا تھا۔

''آج لگی ہو نا اصلی بیوی''۔ چائے کا مگ لیا اور ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے قریب ہی گرا لیا۔

''آپ کو چائے چاہیئے تھی اسے پی لیں''۔ وہ اٹھنے لگی۔

''مگر مجھے تو کچھ اور بھی چاہیئے''۔ آنکھیں لہجہ سب معنی خیز اور شرارتی اور مخمور ہی ہو رہا تھا رنم نے غصے سے دانت پیسے۔ اعیان اسے اپنے حصار میں لیے لیٹا ہوا تھا وہ نظریں تک نہیں ملا رہی تھی' اعیان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فاصلہ رکھا ہوا تھا اس کی نگاہ بھٹکی تو وہ سیدھی ہونے لگی۔

''یار! ختم کر دو اب تو ناراضی' مہینہ ہونے والا ہے ہماری شادی کو''۔ اس نے کانوں پر لب رکھے۔

''اگر یہ سب کرنا ہے نا تو کوئی دوسری لے آیئے مجھے بخش دیں' مجھے آپ سے اتنی نفرت ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتی''۔ وہ آنکھیں بند کر کے چیخی۔

''جھوٹ بول کے تم ان آنکھوں کے رنگ چھپا سکتی ہو' بولو آج بھی تمہاری آنکھوں میں ہوں تمہاری سانسوں میں ہوں' شروع سے میں نے خود کو تمہاری آنکھوں میں دیکھا ہے''۔ وہ اسے بیڈ پر گرا کے اس پر دونوں ہاتھ کا حصار باندھ کے تیز لہجے میں بول رہا تھا۔ رنم کی دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز ہو گئیں اعیان کے ایک ایک لفظ میں سچائی تھی وہ چاہ کر بھی اس سے ابھی تک نفرت نہیں کر پائی تھی اس کی شوخیوں پر کیوں کسی سے احتجاج نہیں کرتی تھی کیوں اس کی شکایتیں نہیں کرتی۔

''سب جھوٹ تھا''۔ وہ چیخی تھی۔ اعیان سیدھا ہو گیا دل جو وہ لمحوں میں اداس کر دیتی تھی جتنا وہ اس سے دور ہو رہی تھی' اعیان اس سے قریب ہوتا جا رہا تھا وہ اپنے جذبوں کو کب سے روک رہا تھا۔

............☆☆☆............

دنوں نے اس تیزی سے گزرنا شروع کیا تھا کہ وقت کا احساس تک نہ ہوا تھا' شب برأت آئی تو وہ امی کی طرف چلی گئی تھی کیونکہ عبادت وہ یکسوئی سے کرتی تھی اس لئے وہاں وہ ایک ہفتے تک رہی تھی وہ تو امی نے ہی بلوایا تو! سے آنا پڑا جبکہ اعیان کا روز فون آتا تھا' البتہ اس نے ادھر جانا کم کر دیا تھا کیونکہ جب سے اس گھر کا داماد بنا تھا کچھ جھجک

سی آ گئی تھی پھر حسنین اور وجیہہ اسے چھیڑتے بھی بہت تھے۔ رمضان کی بھی ایک دو دن میں آمد تھی' نیلوفر اور رنم دونوں ہی لسٹ بنا رہی تھیں کیونکہ کچن کا سامان لانا تھا تاکہ رمضان میں مشکل نہ ہو۔

''کیا پورے محلے والوں کی لسٹ بنا رہی ہیں آپ دونوں''۔ اعیان اکتا گیا تو وہ بھی وہاں آ کر بیٹھ گیا رنم حسب معمول اسے کوئی لفٹ نہیں کرا رہی تھی۔

''اعیان! آج یہ دونوں خواتین بیٹھی ہیں لگتا ہے اگلے رمضان تک کی لسٹ بنا رہی ہیں''۔ فیضان بھائی نے بھی شوخی سے ان دونوں پر نگاہ ڈالی۔

''اچھا ہے نا پھر دونوں پہلے سے ہی سب چیزیں لے آئیں گی''۔ امی کو بہت خوشی ہوئی تھی کہ رنم گھر داری میں بھی مکمل حصہ لیتی تھی۔

''بھائی! ڈرائنگ روم کے پردے بدل دیں خدارا دو سال سے یہی دیکھ رہی ہوں''۔ لسٹ تیار کرنے کے بعد رنم نے خاصے فکرمندانہ انداز میں منہ بسور کے کہا۔

''پردے بھی لکھ لو''۔ انہوں نے کہا۔

''ہاں پھر کہہ دینا اس گھر کے افراد بھی بدل لیں''۔ اعیان اس کی بات سن کے تپ ہی گیا جسے اس کی ذرا پرواہ نہیں تھی صرف گھر کی تھی اس گھر میں موجود اس کی فکر نہیں تھی۔

''اب میں ایسا کچھ نہیں بولنے والی آپ کو ہمیشہ مجھ پر اعتراض ہی رہتا ہے''۔ رنم نے برا مان کے اسے جواب دیا۔ وہ عصیم اور حماد کے ساتھ باتوں میں بھی لگا تھا دونوں بھائی کمپیوٹر پر بیٹھے تھے اور ان میں بحث ہو رہی تھی میں بیٹھوں گا پہلے کی۔

''تمہارا بھروسہ بھی کیا ہے''۔ اس نے پھر کہا۔

''اچھا بس کرو پھر شروع ہو جائے گی دونوں میں لڑائی''۔ فیضان بھائی نے ہی مداخلت کر کے ان دونوں کو چپ کرا دیا۔

رنم پین اور کاغذ لے کر اٹھ گئی دونوں نے کل دوپہر میں جانے کا پروگرام بنایا تھا اور ساتھ جانے کے لیے اسے اعیان کو ہی کہنا تھا وہ مخاطب کرنا نہیں چاہتی تھی مگر مجبوری میں کرنا پڑ رہا تھا۔

''سنیئے! کل آپ جلدی آفس سے آ سکتے ہیں؟'' اس نے جھٹ کہا۔ اعیان اسی وقت بیڈ روم میں آیا تھا' رنم پورے کمرے میں پریشان سی چکر کاٹ رہی تھی۔

''ہاں بالکل آ سکتا ہوں کیوں کچھ موڈ ہو رہا ہے''۔ معنی خیزی سے کہتے ہوئے رنم کو مخمور نگاہوں سے دیکھا۔

''فضول بات مت سوچا کریں ہر وقت آپ......'' وہ جھینپ ہی گئی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر کلائی سے ریسٹ واچ اتار کے رکھنے لگا رنم اس کی پشت پر تھی۔

''شوہر ہوں سوچ سکتا ہوں''۔ اس نے رنم کے بالوں کو بکھیر دیا۔

''کبھی بھی آپ طریقے سے بات کر ہی نہیں سکتے' دور رہ کر بات کیا کریں''۔ وہ غصے میں آ جاتی تھی۔

''پتا نہیں تمہیں دیکھ کر ہر وقت بہکنے کو دل کرتا ہے''۔ وہ پھر اس کے قریب بڑھنے ہی لگا تھا کہ پشت گھما کر کھڑی ہو گئی جتنا وہ اسے غصہ دکھاتی تھی اعیان جیسے کوئی نوٹس ہی نہیں لیتا تھا' کبھی ناگواریت کا بھی اظہار نہیں کرتا تھا۔

''کل تین بجے تک آ جایئے گا''۔ اس نے حکم ہی دیا۔

''اور میں شروع کا پہلا ہفتہ امی کی طرف گزاروں گی کیونکہ میرے دو سمسٹر ہیں''۔

''ابھی تو تمہارے گزرے ہیں پھر سمسٹر کہاں سے آ گئے''۔ اعیان کو اس کی پڑھائی سے بہت چڑ ہوتی تھی۔

''دو سمسٹر کینسل ہوئے تھے وہ ہوں گے''۔ اس نے اسے چڑنے پر گھورا جو اسے گھور رہا تھا رنم کو اس کے دیکھنے سے بہت ڈر لگتا تھا کہ اگر کبھی اس نے زبردستی کی تو کیا کرے گی۔

''کیوں نہیں دوں گی میں تو دوں گی''۔ اسے اعیان کے کہنے پر غصہ آیا۔

''دیکھتا ہوں کیسے دیتی ہو تم''۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے گویا اپنے غصہ سے آگاہ کرانا چاہا وہ سہم سی گئی۔

''میں بھی دے کے رہوں گی''۔ وہ بھی دو بدو ہو گئی۔ اعیان نے پرسوچ اور گہری نگاہ سے اسے بغور دیکھا جو خاصی بھنا بھی رہی تھی۔

...........☆☆☆...........

دوسرے دن وہ بتائے ہوئے وقت پر آ گیا تھا اس نے نیلوفر کو بھی ساتھ لے لیا تھا' کیونکہ دونوں ساتھ شاپنگ زیادہ اچھی کرتی تھیں سب کچھ ان دونوں نے کچن کا سودا سلف لے لیا تھا ڈرائنگ روم کے پردے ڈیکوریشن رنم نے خاصا کچھ اعیان کا خرچہ کروا دیا تھا تین دن وہ ڈرائنگ روم سیٹ کرنے میں لگے کیونکہ سمسٹر کی وجہ سے اسے کچھ ٹائم نکالنا تھا اس نے سارے کام نمٹا لئے تھے ایک ہفتہ رمضان میں تھا وہ چاہتی تھی پیپر کی تیاری وہاں جا کر کرے گی امی کی طرف تو زیادہ ٹھیک تھا پھر اعیان کے ارادے ایسے تھے وہ پڑھنے نہیں دیتا تھا شادی کے بعد یونیورسٹی بھی دو تین بار ہی گئی تھی۔

''امی! میرا پرسوں پیپر ہے میں امی کی طرف جا رہی ہوں''۔ اس نے بلقیس بیگم سے اجازت لی وہ عشاء نماز سے فارغ ہو کر تسبیح پڑھ رہی تھیں اعیان ابھی تک کھانے کے لئے گھر نہیں آیا تھا وہ اس کے آنے سے پہلے جانا چاہتی تھی۔ اعیان کے اندر اٹھتے قدم رنم کی آواز پر باہر ہی رک گئے وہ رک کر سننے لگا۔

''چلی جانا اعیان سے کہہ دیا ہے''۔

''جی' وہ میں نے کچھ دن پہلے ہی ذکر کر دیا تھا''۔ وہ گڑبڑا کر منمنائی۔

''ٹھیک ہے چلی جاؤ' مگر بیٹی جلدی آ جانا اعیان پھر ادھر ادھر پھرتا ہے''۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ رنم اجازت ملتے ہی خوشی خوشی کمرے سے نکل گئی کیونکہ اپنا سامان تو پہلے ہی پیک کر لیا تھا' زبیر بھی بلانے آیا تھا اس کے ہاتھ کچھ سامان بھیج دیا تھا پھر ادھر آج کل رامین کی شادی کا ٹاپک بھی چل رہا تھا کیونکہ عید کے دوسرے دن اس کی مایوں تھی۔

وہ اپنا بیگ اٹھا کر مڑی ہی تھی کہ اعیان کا غضبناک اور جارحانہ انداز چونک کے دیکھا سہمی سہمی نگاہ اٹھائی لیمن کلر کے کپڑوں میں تھی اس کا رنگ ایک دم ہی اڑ گیا' اعیان نے اس کے ہاتھ سے بیگ لیا اور گویا بیڈ کے نیچے رکھا رنم کا سانس رک گیا اس کے چہرے پر اندر کا انتشار نظر آ رہا تھا وہ لرزنے لگی۔

''تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو' کس کو بے وقوف بنا رہی تھیں' میری معصوم ماں کو جو رات دن صرف تمہاری فکر میں رہتی ہیں کہ میں تمہیں خوش رکھوں تمہاری ہر خواہش کا احترام کروں''۔ وہ پھٹ پڑا۔

''میں تمہارا ہر طرح سے خیال رکھ رہا ہوں' تم جواب میں مجھے کیا دے رہی ہو' جھڑکیاں' نفرت ارے اتنا بڑا میرا گناہ تھا کہ اس میں ترمیم کی گنجائش نہیں نکلتی کیا''۔ اس نے رنم کا بازو سختی سے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑا اور تکلیف سے وہ کراہنے لگی بلبلا اٹھی اعیان اس وقت وحشی ہی لگ رہا تھا۔

''میں نے تمہیں ہاتھ جوڑ کے منایا' اپنی انا کو بار بار کچل کے منایا' تمہاری طنزیہ باتوں کے باوجود اپنا لب و لہجہ

دوستانہ رکھا اور تم پھیلتی گئیں، تم کیا سمجھ رہی ہو ساری زندگی تم یہی تماشہ لگا کے رکھو گی''۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو''۔ ڈرتے ڈرتے اس کے لب ہلے۔

''اب ہو گا کیونکہ تم نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ سیمسٹر دو گی، تم سیمسٹر تو کیا اپنا دوسرا سال بھی تعلیم کا پورا نہیں کر پاؤ گی''۔ ہاتھ پکڑ کے اسے بیڈ پر دھکا دیا تھا، رنم کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا، اعیان کو لگتا تھا آج روکنا مشکل تھا اس پر غصہ سوار تھا جنون سوار تھا، صحیح غلط کا تعین نہیں کر رہا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں''۔ وہ چیخنا چاہتی تھی رونا چاہتی تھی مگر اعیان نے اس کی سدھ بدھ ہی گنوا دی تھی۔

............☆☆☆............

وہی ہوا اس کے دونوں سیمسٹر نکل گئے کیونکہ اعیان کی وہ حرکت معاف کرنے والی نہیں تھی، یہ جنون قابل معافی نہیں تھا، دوسرے دن اس نے سب کو یہی کہا کہ طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لئے پڑھائی نہیں کی تو سیمسٹر چھوڑنا پڑا اگر وہ اعیان سے اور بھی بدظن ہو گئی تھی، طبیعت اس کی سنبھل ہی نہیں رہی تھی، بلقیس بیگم نے اسے بھیج دیا تھا کہ شاید اپنی امی کے پاس جا کر وہ کچھ بہل جائے۔ اعیان کو ضمیر کچوکے لگا رہا تھا، اس نے کیوں اپنے غصے کو قابو نہیں کیا کیوں وہ بے قابو ہو گیا تھا جتنا لعنت ملامت کرتا کم تھا۔ رنم کا منہ تو اور بھی بن گیا تھا، رمضان اپنی برکتوں کے ساتھ گزر رہے تھے اس دن تایا ابو نے سب کو افطار پر بلا لیا۔

''میں امی! کہیں اور افطار پارٹی میں جاؤں گا''۔ اس نے عذر تراش کے کہا۔

''چاچو! حسنین انکل نے ابھی مجھ سے کہا ہے کہ اپنے چاچو کو بلا کر لاؤ''۔ عصیص اسے بلانے چلا آیا تھا۔ اعیان سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کرے پھر تایا ابو نے زبیر کو بھیجا تو اسے جانا ہی پڑا۔ سارے ہی ہال کمرے میں تھے خواتین کچن میں افطار کی تیاری میں لگی تھیں، رنم پنک لان کے کپڑوں میں ملبوس کن اکھیوں سے اسے دیکھنے لگی، وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس کچھ شرمندہ سا لگ رہا تھا حسنین مسلسل اس سے بات کر رہا تھا مگر وہ سر ہلا کر جواب دے رہا تھا۔

''کیسے معصوم صورت بنائے بیٹھے ہیں''۔ رنم نے سوچا۔

افطار وغیرہ وہ اور رامین مل کر ہال کمرے میں کارپٹ پر دسترخوان لگا کر لگوا رہی تھیں کیونکہ افراد زیادہ تھے تو تائی امی اکثر کارپٹ پر ہی لگوا لیتی تھیں۔

اعیان نے افطاری سے لے کر کھانے تک خاموشی کا ہی مظاہرہ کیا تھا، نیلوفر بھابی مسلسل رنم کے کان میں سرگوشی کر رہی تھیں۔

''گھر چلو تمہارے میاں کا گھر میں دل نہیں لگتا ہے''۔

''لگتا تو نہیں کہ ان کا دل نہیں لگتا ہو ایک بار بھی کال کر کے پوچھا تک تو نہیں ہے''۔ اس نے صرف سوچا مگر ان سے کہا نہیں بس مسکرا کر رہ گئی۔

رات کھانے کے بعد پھر امی نے ہی کہا گھر چلنے کو کیونکہ عید میں دن ہی کتنے تھے اسے مجبوراً جانا پڑا تھا۔

گھر آ کر بھی دو دن تک اعیان نے اس سے کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی اس نے، رات کو بھی وہ اپنا تکیہ کارپٹ پر رکھ کر سوتی تھی وہ حیران بھی تھی کہ اعیان اتنا خاموش کیوں ہو گیا ہے، کسی بھی بات پر کوئی اعتراض ہی نہیں کرتا، اسے دیکھنے سے بھی گریز کرنے لگا تھا۔ رنم کو یہ بھی برداشت نہیں ہو پا رہا تھا عید کی تیاریوں میں خاک دل لگتا، نیلوفر بھابی فیضان بھائی کے ساتھ اپنی اور بچوں کی شاپنگ کر آئی تھیں پھر عید کے دوسرے دن رامین کی مایوں تھی وہ

بھی تیاریاں شامل تھیں جب درمیان میں دو دن رہ گئے تو وہ اعیان سے مخاطب ہو ہی گئی۔

''مجھے شاپنگ کرنی ہے''۔ جب اسے دیکھا کہ کوئی فکر ہی نہیں کر رہا اور نہ ہی پوچھ رہا ہے تو خود ہی کہنا بھی پڑا تھا۔

''کیا کہا......؟'' وہ انجان بن کے اس کی جانب حیرانگی سے دیکھنے لگا۔ رنم اس کے اس طرح بننے پر سر تا پا جل ہی گئی دانت پیسنے لگی مگر اعیان مکمل سرد مہری اور بے رخی برت رہا تھا ہنوز وہ اپنے کام میں بھی مصروف تھا۔

''ظاہر ہے آپ سامنے ہیں تو آپ سے مخاطب ہوں''۔ عشاء کی نماز پڑھ کے وہ فارغ ہوئی تھی اور وہ اسی وقت نماز تراویح پڑھ کے آیا تھا پھر کچھ دیر کے لئے چہل قدمی کے لئے حسنین کے ساتھ باہر بھی نکل جاتا تھا۔

''مجھے شاپنگ کرنی ہے رامین کی بھی شادی آ رہی ہے''۔ اسے بولنا اس ٹائم خاصا ناگوار گزر رہا تھا مگر مجبوری تھی ایک ساتھ رہتے ہوئے اسے اگنور تو نہیں کر سکتی تھی۔

پھر جب اس سے محبت کی تھی تو اس کی سرد مہری بھی رنم کو بہت غصہ دلا رہی تھی ہر بات میں اپنی چلاتا تھا اس رات بھی اس نے کتنا برا سلوک کیا تھا اور اب خود ہی اینٹھ کے بیٹھا ہوا تھا۔

''اچھا چلی جانا''۔ اطمینان سے جواب دے کر وہ جانے لگا۔

''میں آپ سے مخاطب ہوں میری بات سنے بغیر نہیں جا سکتے''۔ وہ تو بھنا ہی گئی کیونکہ وہ رک کر نہ اسے دیکھ رہا تھا اور نہ ہی بات سن رہا تھا۔

''دیکھو رنم! شروع سے میں نے تمہارے ساتھ برا سلوک ہی کیا ہے اور اب میں ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا کہ تمہیں دکھ ہو تم جو چاہتی ہو وہی ہو گا شاپنگ کرنی ہے ٹھیک ہے کل چلی جانا بھابی کے ساتھ میں کچھ بزی ہوں''۔ اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔ رنم کو اس سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اسے ایسے اگنور کرنا شروع کر دے گا وہ متحیر سی اسے دیکھنے لگی۔

''مجھے معاف کر دینا میں ہی شاید ٹھیک نہیں ہوں تم پر زبردستی کی، لیکن اب تمہیں کوئی شکایت نہیں ہو گی''۔

''کیا......؟'' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ اعیان کا لہجہ اتنا ٹوٹا ہوا رنجور سا لگ رہا تھا کہ رنم لب کچلنے لگی وہ اب بھی خود ہی خود کو مورد الزام دے رہا تھا وہ کب سے معافیاں بھی مانگ رہا تھا مگر رنم نے معاف نہیں کیا تھا اور اب اعیان کا ایسا رویہ اسے اچنبھے میں مبتلا کر گیا۔

''رنم! مجھے سمجھ آ گیا ہے جب تک محبت نہیں ہو گی رشتہ مضبوط ہو ہی نہیں سکتا، میں تمہارے ساتھ زبردستی کی زندگی نہیں گزار سکتا اور نہ ہی تمہیں اپنا پابند کر سکتا ہوں اس لئے میں نے سوچ لیا ہے کہ خود کو تمہاری راہ سے ہٹا لوں، میں شاید تمہارے قابل ہی نہیں ہوں''۔ رنم کا دل ایک دم ہی گھبرانے لگا جانے کیا ہوا وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر واش روم میں بھاگی اعیان نے چونک کر اسے دیکھا کہ اچانک اسے ہوا کیا ہے مگر پوچھنے کا تردد پھر بھی نہیں کیا وہ کمرے سے ہی نکل گیا۔

............☆☆☆............

دوسرے دن اس نے روزہ ہی نہیں رکھا، کیونکہ سحری میں بھی اسے متلی ہو گئی، امی اور بھابی مسکرانے لگی تھیں، وہ نئی مصیبت سے پریشان ہی ہو گئی، ایک تو اعیان کا سرد رویہ اسے بے چین کئے ہوئے تھا اب تو کل یقیناً عید بھی ہو جائے گی، تایا ابو اور تائی امی نے اس کی عیدی بھیجی تھی کپڑے، سینڈل، میچنگ جیولری، سب ہی کچھ دلنا مگر اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

امی نے اسے نیلوفر بھابی کے ساتھ ڈاکٹر کے بھیج دیا، ایک خوش خبری نے سب کو خوش کر دیا اور وہ تو گنگ سی رہ گئی، یہ سب تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا، ڈھیروں شرم بھی آنے لگی، اعیان سے ابھی تک اس کا سامنا نہیں ہوا تھا افطار اور

کھانے کے وقت بھی وہ خاموش تھا' رات کو سب کے لئے چائے بنا رہی تھی۔

''چاچی! حسنین انکل اور وجیہہ آنٹی بھی آئی ہیں' چاچو نے کہا ہے ان کی بھی چائے بنا کے لا بیے گا''۔ عصیمہ نے اسے آکر اطلاع دی تھی وہ سمجھ گئی خبر سننے کے بعد ہی وہ دونوں آئے ہیں اسے عجیب جھجک سی بھی ہونے لگی کاسنی لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں اس کا سراپا آج تو کافی کمزور بھی لگ رہا تھا کیونکہ کھایا جو نہیں جا رہا تھا' چائے بنا کے وہ لاؤنج میں لائی تایا ابو کی طرف سے سب ہی آئے ہوئے تھے۔ تائی امی نے گلے لگا کے مبارک باد دی تھی اسے اور ہی شرم آئی کسی کے بھی سامنے نہیں بیٹھی تھی۔

''کیسا لگ رہا ہے رنم......؟'' وجیہہ نے معنی خیزی سے پوچھا' وہ جھینپی ہوئی بیٹھی تھی۔

''جی وہ......اچھا لگ رہا ہے''۔ سر جھکا کے بول رہی تھی۔

''چلو تمہاری پڑھائی کے بعد یہ مصروفیت اچھی ہے اور ہمیشہ کی''۔ نیلوفر بھابی بھی اسے مسلسل تنگ کئے جا رہی تھیں وہ شرمائی سی سر جھکائے ہوئے تھی' امی تو خود بیٹی کی اس خوشخبری پر بہت خوش تھیں ساتھ ہی کافی ہدایتیں بھی دی تھیں' تائی امی نے الگ کتنا خیال رکھا تھا وہ تو سمجھتی تھی کہ ابو کے بعد شائد وہ کسی کے لئے اہمیت نہیں رکھتی' مگر تایا ابو' تائی امی اظہر چاچو لبنیٰ چاچی سب ہی اسے بہت چاہتے تھے' ان کی چاہتوں کا احساس اپنی شادی پر ہوا تھا اور اب یہاں سب کی موجودگی یہی ظاہر کر رہی تھی۔

اعیان نے ابھی تک اپنی کسی بھی خوشی کا اظہار اس سے نہیں کیا تھا' رنم اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی' اپنی ساری خفگی ناراضی غصہ اس خوشی کے ملتے ہی وہ سب بھلا چکی تھی اگر فکر تھی تو صرف اعیان کے موڈ کی جو بالکل ہی بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ اس نے بھی تو کتنا اسے مایوس کیا تھا ہر بار جھڑ کا وہ ہر بار نئے موڈ کے ساتھ منانے لگتا تھا اس دن تو اپنی محبت کا اظہار بھی کیا تھا مگر وہ تو جیسے یقین ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

امی نے اس کے عید پر پہننے والے کپڑوں کی تیاری پہلے ہی کرلی تھی' جب وہ میکے رہنے گئی ہوئی تھی سسرال میں اس کی پہلی عید تھی ان کا حکم تھا کہ بہت اہتمام سے وہ اپنی تیاری کرے عید کی صبح۔

ان سب کے جانے کے بعد وہ چائے وغیرہ کے برتن دھونے کے بعد کچن سے نکلی تو دیکھا اعیان صوفے پر لیٹا تھا سب ہی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے مگر اعیان ابھی تک کمرے میں نہیں گیا تھا۔

''کیوں سب کے سامنے اتنی سعادت مندی کا مظاہرہ کر رہی ہو''۔ اس نے ایکدم ہی بولا جو جا رہی تھی رک گئی۔

''میں جتنا تمہیں جانتا ہوں اتنا تو کوئی نہیں جانتا ہوگا''۔ اعیان نے بھی طنز کیا۔

''جان چھڑالو نا تم اس سے جب میں پسند نہیں ہوں' تو میری اولاد کی اتنی خوشی کیوں منا رہی ہو''۔

''کیا فضول باتیں کر رہے ہیں آپ......؟'' وہ تو حیرانگی سے دنگ ہی رہ گئی۔ اعیان یہ سب بھی بول سکتا ہے۔

''یہ فضول نہیں ہے جو سچ ہے وہ بول رہا ہوں کیوں میری غلطی کو سنبھال کر رکھ رہی ہو''۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''آپ صرف دل دکھانا جانتے ہیں' شروع سے میرا دل ہی دکھایا ہے کبھی اپنی کسی ایسی بات سے مجھے خوش نہیں کیا ہے''۔ وہ روہانسی ہوگئی۔

''جب ہی تو تمہاری خوشی کے لئے تمہیں آزاد کر تو رہا ہوں جاؤ چلی جاؤ یہاں سے''۔ رنم سے مزید نہیں سنا گیا' آنکھوں میں آنسو لئے اس کی جلی کٹی سن کے چلی گئی وہ اس سے بحث کر کے جھگڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

..........☆☆☆..........

دوسرے دن افطار کے بعد چاند نظر آ ہی گیا' سب کا اندازہ تھا کہ تیس روزے ہوں گے مگر 29 روزے ہوئے

گھر میں تو کیا شہر میں بھی ہلچل مچ گئی تھی وہ بھی نیلوفر کے ساتھ لگ گئی' لوازمات بھی مل کے پہلے ہی بنا لئے تھے اس نے گھر کی تمام ڈیکوریشن پوری کرلی تھی۔ اسے پورا ٹائم غصہ بھی آتا رہا اوپر سے طبیعت کی وجہ سے بھی جھنجلاہٹ ہو رہی تھی اور اعیان الٹا اکڑا ہوا تھا۔

رامین نے اسے بلا لیا تھا کیونکہ ادھر وہ وجیہہ کے مہندی لگا رہی تھی تائی امی نے بطور خاص بلایا تھا۔

''تم چلی جاؤ باقی کے کام تو صبح بھی ہو جائیں گے''۔ نیلوفر نے اس کا تھکا تھکا چہرہ دیکھا۔

''بھابی! سچ اس ٹائم دل یہ کر رہا ہے کہ سو جاؤں''۔ وہ ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کھسکا کے بیٹھی۔

''ارے مہندی تو ضروری ہے نا جاؤ لگوا کے آؤ''۔

''کیا فائدہ بھابی! جب انہیں ہی کوئی دلچسپی نہیں ہے تو''۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئی پنک لان کا سوٹ ملگجا سا ہو رہا تھا۔

''دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ہتھیار کی ضرورت ہوتی ہے' وہ تو تم نے ابھی تک استعمال ہی نہیں کیے ہیں''۔ معنی خیزی سے بولتی ہوئی فریج میں کھیر کے ڈونگے رکھنے لگیں۔

''اتنا بڑا تو منہ بنا ہوا ہے ان کا''۔ وہ خفگی سے بولی۔

''تم مہندی لگوا کے آؤ' مجھے بچوں کے اور اپنے میاں کے کپڑے بھی صبح کے لیے ریڈی کرنے ہیں''۔ انہوں نے پیار سے اس کا رخسار تھپتھپایا تھا۔

وہ بھی بے دلی سے مہندی لگوانے چلی گئی' تایا ابو کی طرف ایک رونق ہی لگی تھی کیونکہ عید کے دوسرے دن رامین کی مایوں مہندی تھی' مہندی لگوا کے وہ دو بجے آئی تھی' امی تو سو گئی تھیں' نیلوفر جاگ رہی تھیں کیونکہ ان کے کپڑوں کی استری ابھی تک باقی تھی۔

وہ تھکی تھکی کمرے میں چلی گئی تھی' جہاں وہ اپنے استری شدہ قمیص شلوار کو ہینگر کر رہا تھا۔

''استری بھی آپ نے کرلی......؟'' شرمندگی اور حیرانگی سے بولی۔

''سارے کام اپنے میں خود ہی کروں گا اب''۔ گویا سرد مہری سے جتایا' اچٹتی نگاہ بھی ڈالی۔ سلکی سلکی شولڈر کٹ بالوں کی لٹیں دائیں بائیں رخسار پر بکھری پڑی تھیں مہندی لگی ہونے کی وجہ سے ہاتھوں سے سنوار بھی نہیں پائی تھی' آنچل بھی شانے پر لٹکا پڑا تھا' جو ہاتھوں سے مشکل سے اوپر کر رہی تھی نرم و نازک سا وجود کومل سا سراپا آج کل تو اور ہی اجلی اور نکھری لگ رہی تھی ایک خوشی کا احساس اور اسے دلکش بنا رہا تھا' اعیان نے نگاہ چرالی۔

''دیکھیے! لڑائی آپ ختم نہیں کر رہے ہیں''۔ رنم کو رونا ہی آنے لگا۔

''میں نے ختم کرنی چاہی تھی مگر طول تم نے دیا ہے اسے''۔ بیڈ کو جھاڑا تکیہ گھسیٹ کے دور کیا اور دراز ہو گیا۔

''سنو! جلدی سے اپنا اس سے پیچھا چھڑالو خواہ مخواہ پوری زندگی مجھے الزام دیتی رہو گی''۔ اس کی تو سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''ظالم کو ذرا احساس نہیں ہے کہ عید کی چاند رات کو ایسی دل جلانے والی باتیں کر رہا ہے' جبکہ یہ رات تو دوریوں اور ناراضی کو ختم کرنے والی رات ہوتی ہے''۔ دل میں سوچا۔

''کیوں چھڑالوں پہلے نہیں سوچا تھا آپ نے''۔ وہ بھی اس کے دوبدو ہو گئی۔

''فضول میں میرا دماغ مت گھماؤ''۔ وہ لاجواب ہو جاتا تھا۔

''دماغ آپ گھمار ہے ہیں غصہ مجھے کرنا چاہیئے اکڑ آپ رہے ہیں''۔ اسے اعیان کے سپاٹ چہرے پر غصہ آنے لگا جو دیکھ تک نہیں رہا تھا۔

''چلی کیوں نہیں جاتی ہو چلی جاؤ یہاں سے''۔ تڑخ کے جواب دیا۔

''یہاں میں الجھن میں پڑی ہوں آپ کی اکڑ ختم نہیں ہو رہی ہے ضرور دیکھ لی ہو گی کوئی''۔ وہ سر پکڑ کے رونے لگی۔ اعیان تو چونک گیا اس کی غیر متوقع بات پر نگاہ گھما کے اس کی پشت پر ڈالی۔

''ہاں یہی سمجھ لو''۔ وہ بولا۔

''مجھے پتہ تھا یہی وجہ ہو گی جو مجھ سے اس طرح کی باتیں کی جا رہی ہیں''۔ وہ جھٹکے سے اٹھی۔ اعیان نے فہمائشی اور تنقیدی نگاہ سے اس کا جائزہ لیا جو اس ٹائم زخمی شیرنی لگ رہی تھی وہ کروٹ لے کر لیٹ گیا کیونکہ مزید اس کو چھیڑا تو کچھ شک نہیں کہ وہ دھواں دھار رونے لگے اور اسے لینے کے دینے پڑ جائیں۔

............☆☆☆............

عید کی صبح بھی نماز پڑھنے بغیر بات کئے ہی چلا گیا تھا' وہ بے کل بے چین سی بے دلی سے تیار ہوئی' امی نے عید پر کپڑے بنائے تھے' وہی پہن لیے میجنڈا کلر کا ایمبرائڈری کا سوٹ اس پر میچنگ جیولری اور میک اپ میں حسن پھر بھی سوگوار لگ رہا تھا' فیضان بھائی امی نے اسے عیدی دی' عصیم اور حماد کو اس نے دی کیونکہ اس کے پیچھے جو پڑ گئے تھے۔ امی کے سامنے دونوں ہی ساتھ بیٹھے تھے۔

''جیتے رہو' اللہ تعالیٰ خیریت سے تمہیں اولاد کی خوشی بھی دے''۔ انہوں نے دونوں کو ہی دعا دی وہ جھینپ سی گئی۔

''میں تو سونے جا رہا ہوں' کیونکہ امی پوری رات ٹھیک سے سویا نہیں ہوں''۔ اعیان کا طنز رنم کی جانب تھا کیونکہ پوری رات اس نے سوں سوں اور باتھ روم کے چکر لگاتے گزاری تھی تو اس کی آنکھ ہی نہیں لگ سکی تھی۔

''تایا ابو کی طرف بھی جانا ہے''۔ وہ جھٹ بولی۔

''پتہ ہے مگر شام میں جاؤں گا' تمہیں جانا ہے تو چلی جاؤ مجھے نیند آ رہی ہے''۔ وہ اپنے بیڈ روم کی سمت بڑھ گیا۔ نیلوفر نے چونک کر دونوں کی باتیں سنی تھیں وہ کچن میں تھیں اور کوریڈور کی ساری باتیں سنائی دے رہی تھیں۔

''آج کے دن تو نہیں سوئیے''۔ وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

''کیوں آج کے دن سونا گناہ ہے یا پھر کسی جگہ لکھا ہے کہ عید کے دن سونے سے روزے مکروہ ہو جاتے ہیں''۔ وہ طنز میں بولتا چلا گیا۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے''۔ وہ خجل سی ہو گئی۔ اعیان کی نگاہ بہک رہی تھی دل کہہ رہا تھا اس حسن کو خراج دے دو جبکہ وہ ٹھیک ہو گئی ہے پیش قدمی بھی خود کر لی ہے تو مان جائے مگر انا آڑے آئے جا رہی تھی۔

''آئی ایم سوری''۔ سر جھکا کر شرمندہ سی گویا ہوئی۔ اعیان کی سماعتوں کو یقین نہیں آیا یعنی ایک ہی جھٹکے میں وہ سیدھی ہو گئی تھی وہ چلتا چلا جا رہا تھا' رنم پیر پٹختی ہوئی رہ گئی...

''ارے کھڑی کیا ہو پکڑو اسے''۔ بھابی کی سرگوشی کان میں ہوئی تو وہ تو جھینپ ہی گئی یعنی وہ بھی سب سن رہی تھیں۔

''مگر بھابی! وہ تو بات تک نہیں کر رہے ہیں''۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

''ارے جیسے پہلے لڑتی تھیں' اسی طرح جا کر لڑو اور بات کرو ورنہ سو جائے گا''۔ بھابی نے جوش دلایا۔

وہ کچھ سوچنے لگی پھر خود ہی ذہن کو تیار کیا اور جانے لگی بھابی نے بھی اس کی تقلید میں قدم بڑھائے تھے' رنم نے

بلکہ وہ بیڈ روم میں تھا ہی نہیں۔

''بھابی! وہ تو اندر ہے ہی نہیں''۔ اب وہ پریشان ہو گئی۔

''ارے پھر گیا کہاں......؟'' بھابی بھی حیران تھیں۔ رنم نے ہر جگہ تلاش کیا مگر اعیان کی موجودگی کہیں نہیں تھی وہ تشویش میں پڑ گئی۔

''چاچی! چاچو آپ کو باہر بلا رہے ہیں' گاڑی میں بیٹھے ہیں''۔ حماد نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اطلاع دی۔

''یعنی نواب صاحب باہر ہیں''۔ بھابی نے مسکرا کے باہر کی سمت اشارہ کیا۔ رنم کو یقین ہی نہیں آیا وہ گہری سوچ میں غرق تھی۔

''ارے کیا سوچ رہی ہے تیرا میاں ہے بلا نہیں سکتا کیا؟'' بھابی نے اس کے سر پر چپت لگائی۔ وہ چونک گئی اپنا آنچل سنبھالا اور جھینپ کر انہیں دیکھنے لگی' بھابی کے اشارہ کرنے پر وہ کوریڈور کا دروازہ کھول کے باہر پورچ میں آ گئی' فرنٹ ڈور اس کے لئے پہلے سے کھولا ہوا تھا' وہ حیرانگی سے سوچتی ہوئی بیٹھ گئی اعیان نے اسے دیکھتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی' رنم سوچ رہی تھی کہ وہ اس ٹائم جا رہا ہے مگر کہاں۔

''آپ تو سونے گئے تھے''۔ اس نے گویا جتایا۔

''مگر اب موڈ نہیں ہو رہا تھا' سوچا جو میں نے کوئی دیکھ لی ہے اس سے تمہیں ملا دوں''۔ اعیان مسکراہٹ چھپا کے اسے جلانے کے لئے بولا۔

''روکیے گاڑی''۔ وہ تو تنک ہی گئی۔

اعیان نے جیسے اس کی سنی ہی نہیں گاڑی ڈرائیو کرتا رہا' رنم نے دانت پیسے اس کے بازو کو غصے سے اپنے دونوں ہاتھوں سے دبایا تھا۔

''سنا نہیں گاڑی روکیے''۔ وہاں اطمینان ہنوز برقرار دیکھ کر وہ تو چیخنے لگی۔ اعیان نے گاڑی سائیڈ پر ہی روک دی وہ تن فن کر رہی تھی جبکہ اعیان لب بھینچ کر مسکراہٹ روکنے لگا۔

''ادھر دیکھو ان آنکھوں میں''۔ لہجے کو مخمور بنا کے اس کا چہرہ اوپر کیا اور اپنے سامنے کیا' رنم کی آنکھوں میں بڑے دلنشین اور پیار بھری میٹھی نگاہوں سے دیکھنے لگا وہ بھی بغور دیکھنے لگی۔

''نظر آیا کچھ میری آنکھوں میں''۔ اس نے رنم کی محویت توڑی۔

''مجھے واپس گھر چھوڑ کے آیئے''۔ وہ جز بز سی ہو کے ونڈ اسکرین سے باہر دیکھنے لگی دل کی دھڑکنوں نے نئے انداز میں دھڑکنا شروع کر دیا تھا' اعیان کے لب و لہجہ میں اتنی اپنائیت محبت کے رنگ تھے کہ وہ دنگ رہ گئی۔

''پہلے میری آنکھوں میں دیکھ کر بتاؤ کیا نظر آ رہا ہے''۔ رنم کے دونوں نرم نرم کومل سے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا آس پاس دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کا شور تھا ہر طرف لوگوں کے مسکراتے اور رنگ برنگے لباسوں میں بچے نظر آ رہے تھے۔

''مجھے پتہ نہیں''۔ وہ جھینپ گئی۔

''آپ مجھے باتوں میں نہیں لگایئے مجھے گھر ڈراپ کریں اور اپنی ہونے والی سوتن سے ملیں اور عید منائیں'' غصے میں کہہ کر طنز بھی کیا۔ اعیان نے میجنڈا کلر میں روٹھی روٹھی رنم کو گہری نگاہوں کی زد میں لیا جو چہرے پر ناگواری لئے بیٹھی تھی۔

''تم جب بھی بولتی ہو نان اسٹاپ بولتی ہو کسی کی سنتی ہی نہیں ہو''۔ وہ اس کا چہرہ ہاتھ سے اپنی جانب کرنے لگا۔

وہ چہرے پر خفگی سجائے بیٹھی تھی ہاتھوں میں بھری بھری چوڑیاں نازک کلائیوں میں گاڑی میں نغمگی بکھیر رہی تھیں اعیان وارفتگی سے اس کا روپ اپنی آنکھوں میں جذب کرنے لگا اس نے کل سوری بھی کر لیا تھا اور اسے منانے کے لئے اس نے اپنا تمام غصہ بھلا دیا تھا جبکہ کتنی بڑی اس نے حرکت بھی کی تھی ہر جگہ اور ہر بار رنم اسے بچایا ہی تھا۔

''آپ جیسے بہت سنتے ہیں نا''۔ تڑخ کے بولی۔

''یہ آپ کو آج خیال کیسے آ گیا؟''

''یار! سوری اب تو معاف کر دو مجھے' سچ تھک گیا ہوں''۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے رنم کے دونوں کان پکڑے۔

''میرے نہیں اپنے پکڑیئے''۔ جھٹکے سے اس کے دونوں ہاتھوں کو ہٹایا۔

''ایک ہی بات ہے تم میری ہو تو کان بھی میرے ہی ہوئے''۔ وہ مضحکہ خیز انداز میں بولتا ساری اپنی بھی ناراضی بھلائے بول رہا تھا۔ رنم نے اسے گھورا جو دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھا۔

''بڑی جلدی خیال آ گیا''۔ اسے عیان کا ہاتھ جوڑنا اچھا نہیں لگا تو اس کے ہاتھ نیچے کیے۔

''ایک تو غلطی کی خود نے اور اکڑ کے بھی خود ہی پھرتے رہے اور اس پر میرے ساتھ سلوک' میری پڑھائی سب آپ کی وجہ سے ختم ہوئی''۔ وہ ناراضی سے شکایت بھی کر رہی تھی۔

''تم جو مسلسل اکڑتی رہی تھیں' مجھے غصہ نہیں آئے گا کتنا معافی مانگی مگر تم میری طرف دیکھنا تک نہیں چاہتی تھیں اوپر سے پڑھائی کا شوشہ نکال لیا''۔ اس نے رنم کا بایاں ہاتھ پکڑ لیا۔

''سوری''۔ پھر وہ بولی۔

''اٹس او کے''۔

''سوری''۔ اعیان نے بھی کہا۔ رنم نے حیرانگی سے نگاہ اٹھائی کیونکہ اب وہ اپنے دونوں کان پکڑ کے سوری کرتا ہوا اتنا پیارا لگا کہ رنم کو ہنسی آ گئی۔

''ہنس کیوں رہی ہو......؟'' وہ برا مان کے بولا۔

''اس لیے کہ چھوٹے سے بچے لگ رہے ہیں''۔

''ارے یہ بولو بچے کے ابا لگ رہے ہیں''۔ اس نے بھی معنی خیزی سے چھیڑا رنم کے رخسار سرخ ہو گئے لب بھینچ لیے۔

''چلیئے''۔ جھینپی جھینپی بولی۔

''آج بہت پیاری اور خوبصورت لگ رہی ہو''۔ اس نے مسکرا کے اس کے چہرے سے اپنا چہرہ ٹکرایا۔

''کل سے رامین کی مایوں شروع ہو جائے گی میں ایک ہفتے کے لیے رہنے جاؤں گی''۔ گاڑی اسٹارٹ ہوتے ہی بولی۔

''آج عید ہے اور میں ایک ہفتے تک عید مناؤں گا' اس لیے بھول جاؤ جانا''۔ اس کا لہجہ خمار آلود ہو چکا تھا۔ رنم اتنی شانت ہو گئی تھی جس سے محبت کی تھی آج اس کا پیار بھی پا لیا تھا' عید کے رنگوں میں اور خوشیوں میں اس کی محبت کے رنگ بھی شامل ہو گئے تھے۔

''اب زندگی کے سفر میں سارے دن عید کی طرح ہی گزارنے تھے کیونکہ اس میں میں اور تم ہوں گے''۔ رنم نے مسکراتے خود سے کہا اور آنکھیں بند کر کے اعیان کے شانے پر سر رکھ دیا۔

............☆☆☆............